حقوق العباد

مرتبہ

عالم فقری

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے

فی سبیل اللہ

حقوق العباد

مرتبہ

عالم فقری

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے

فی سبیل اللہ

297.7
ح 20 ع
92009

نام کتاب ______ حقوق العباد

مؤلف ______ عالم فقری

تعداد ______ ۲۰۰

اشاعت ______ ۱۹۹۸ء

برائے تقسیم فی سبیل اللہ

پتہ برائے رابطہ

ادارہ پیغام القرآن چاہ میراں لاہو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

تمام تعریفیں رب العالمین کے لیے ہیں جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے قادرِ مطلق ہے۔ کائنات کی ہر چیز اسی کی پیدا کردہ ہے۔ غرضیکہ وہی ہمارا مالک اور وارث ہے۔ اس لیے اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ اسی سے مانگ پھر اسی کی عطا پر شکر کرنا ہی اللہ کے قُرب والا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر ہزار ہا درود نازل ہوں جن کی جلوہ افروزی کے سبب اس کائنات میں رونق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اے میرے محبوب فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ کی محبّت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمھیں اپنا محبوب بنائے گا" اس لیے اے بندے اس راز کو سمجھ جا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان سے اس لیے پیدا کیا کہ اس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کا احساس ہو۔ دُکھ درد میں دوسروں کے کام آئے۔ اس بات کو حقوق العباد کا نام دیا گیا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو زمین پر وسیع اختیارات دیئے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کو انسان کی نفع رسانی کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کے ذمے یہ فریضہ عاید کر دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اردگرد ہر چیز اور مخلوقات کے لیے ایسا طرزِ عمل اختیار کرے جس سے کسی کا حق تلف نہ ہو۔ حقوق العباد درحقیقت بندوں کے آپس میں وہ حقوق ہیں کہ ہر کوئی اپنے حق کے مطابق زندگی کے شب و روز گزارے جس سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے حقوق کی ادائیگی میں لوگ انتہائی غفلت کرتے تھے۔

اس سے لوگوں کے ساتھ زیادتی اور ظلم کا دروازہ کھلتا تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے ہر رشتہ کے لحاظ سے حقوق کی حدود متعین کر دیں۔ جب ہر کوئی اپنے فرائض کو شرعی قواعد کے مطابق ادا کرے گا تو پھر کسی کی حق تلفی نہ ہوگی اور نہ کسی پر ظلم ہوگا۔ حقوق کی حفاظت کا اہتمام جتنا شریعتِ اسلامیہ میں کیا گیا ہے دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔ حقوق کے بارے میں کلامِ الٰہی اور احادیث میں احکامات کی صورت میں بڑا واضح ذخیرہ موجود ہے۔ اس کتاب میں اسی ذخیرہ کو استفادہ کے لیے جمع کر دیا گیا ہے۔

بندوں کے حقوق اچھی طرح وہ ادا کر سکے گا جسے یہ علم ہوگا کہ اللہ کے نبی نے ہر ایک کے حقوق کے بارے میں فرداً فرداً کیا فرمایا ہے۔ لہٰذا ہر ایک کے لیے ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس میں حقوق کی تفصیل ہو اور اس کتاب میں اس ضرورت کو پورا کرنے کی مکمّل کوشش کی گئی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق افراد کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ ایک جیسی حیثیت کے فرد کے فرائض دوسرے کے حقوق ہیں۔ اور دوسرے کے فرائض اس کے حقوق ہیں مثلاً طالبعلم کے فرائض استاد کے حقوق ہیں اور استاد کے فرائض طالب علم کے حقوق ہیں۔

عرصہ دراز پہلے میرے ملنے والے نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ حقوق العباد کے بارے میں کچھ تحریر فرمائیں تو میں نے اسے کہا اللہ تعالیٰ جب توفیق عنایت فرمائے گا کتاب مکمّل کر دوں گا۔ لہٰذا اللہ نے مجھے یہ توفیق عنایت فرمائی تو میں نے اس کتاب کے مواد کو جمع کرنا شروع کیا آخر ایک کتاب کی صورت میں اسے پیش کر دیا گیا۔ جو کتب اس موضوع پر پہلے موجود ہیں ان میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ مع متن بہت کم درج ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے ایک عنوان پر جتنی آیات اور احادیث موجود ہیں ان تمام کو درج کیا جائے تاکہ پڑھنے والے ان سے استفادہ کر سکیں۔ اسکے باوجود اگر کسی صاحب کی نظر میں کوئی ایسی آیت، حدیث اور کسی بزرگ کا کوئی واقعہ ہو جو اس کتاب میں شامل نہ ہوا ہو تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس میں شامل کر دیا جائے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں میری التجا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

عالم فقری
۱۸-۱۰-۹۸

فہرست حقوق العباد

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	۱۔ حقوقِ مسلمان	۹
۱	مسلمان کی بُرائی کو دور کرنا	۱۰
۲	سلام کرنا یا اس کا جواب دینا	۱۲
۳	مصافحہ اور معانقہ	۱۴
۴	حاجت برآری	۱۵
۵	مسلمان کی خیر خواہی	۱۹
۶	تحفظ جان، مال و آبرو	۲۱
۷	بیماری میں عیادت کا حق	۲۳
	۲۔ حقوقِ والدین	۲۶
۱	حسنِ سلوک	۲۶
۲	خدمتِ والدین	۲۹
۳	اطاعتِ والدین	۳۲
۴	والد سے بھلائی و نیکی	۳۴
۵	والدہ کا خصوصی ادب و احترام	۳۷
۶	جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔	۴۲
۷	مال استعانت کا حق	۴۴
۸	والدین کے لیے دعائے مغفرت	۴۵
۹	والدین کی طرف سے صدقہ دینا	۴۹
	۳۔ حقوقِ اولاد	۵۲
۱	تحفظِ جان	۵۳
۲	بچے کی پیدائش کا اظہارِ تشکر	۵۵
۳	بچے کے کان میں اذان	۵۶
۴	بچے کی پیدائش پر تحنیک	۵۷
۵	سر منڈوانا اور نام رکھنا	۵۹
۶	بچے کا عقیقہ کرنا	۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
٧	بچے کا ختنہ کروانا	٦٤
٨	بچوں کی پرورش	٦٥
٩	حق رضاعت	٦٦
١٠	کلمہ سکھانا	٦٨
١١	مساویانہ سلوک	٦٩
١٢	شفقت و محبت	٧١
١٣	طہارت و نماز کا حکم	٧٣
١٤	اولاد کو قرآن پاک پڑھانا	٧٥
١٥	اخلاقی تربیت	٧٨
١٦	اولاد کی شادی کرنا	٨١
	٤۔ خاوند کے حقوق	٨٣
١	اطاعتِ خاوند	٨٤
٢	حق زوجیت	٨٧
٣	خاوند کی عزت و احترام	٨٩
٤	حفاظتِ گھر اور اولاد	٩٠
٥	چاہت و وفاداری	٩٢
٦	معاملات میں تعاون	٩٤
٧	عصمت کی پاسداری	٩٦
٨	خرچ میں کفایت شعاری	١٠٠
	٥۔ بیوی کے حقوق	١٠٤
١	[illegible]	١٠٦
٢	[illegible]	١٠٩
٣	عادلانہ طرز عمل	١١١
٤	زیادتی سے اجتناب	١١٤
٥	تفریح و دلجوئی	١١٥
٦	حفاظتِ رازداری	١١٦
٧	ممانعتِ بدگمانی	١١٨
٨	وصولی حق مہر	١٢١
	٦۔ رشتہ داروں کے حقوق	١٢٥
١	رشتہ داروں سے احسان	١٢٦
٢	حسنِ سلوک	١٢٨
٣	مالی ضروریات میں استعانت	١٣١
٤	صلہ رحمی	١٣٦
٥	حقِ صدقہ	١٤٠
٦	حق وراثت	١٤٤
	٧۔ ہمسایہ کے حقوق	١٤٦
١	اچھا سلوک	١٤٨
٢	حق ہمسایہ کی اہمیت	١٥١
٣	بھوکے ہمسایہ کو کھانا کھلانا	١٥٣
٤	ہمسایہ کی ضرورت کو مقدم جاننا۔	١٥٥
٥	بہترین ہمسائے کا وصف	١٥٧
٦	حق ہمسائیگی کا معیار	١٥٨
٧	ہمسایوں کو تحفے دینا	١٦٠

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸	حکایت	۱۶۲
۹	اچھائی اور برائی کا معیار	۱۶۳
۱۰	ہمسایہ کی بیوی کی ناموس کی حفاظت	۱۶۴
۱۱	ہمسایہ کو اذیت دینے کی ممانعت	۱۶۶
	۸۔ حقوق یتامیٰ	۱۷۳
۱	یتیموں سے حسنِ سلوک	۱۷۴
۲	یتیموں کی پرورش اور تربیت	۱۷۸
۳	یتیموں کی مالی معاونت	۱۸۱
۷	یتیموں کے مال کی حفاظت	۱۸۴
۸	یتیموں کا مال کھانے کی ممانعت	۱۸۵
۹	یتیموں کی شادی کرنا	۱۸۹
	۹۔ حقوقِ مساکین	۱۹۲
۱	عمدہ سلوک	۱۹۳
۲	مالی امداد	۱۹۵
۳	خفی صدقہ	۱۹۸
۴	مالِ غنیمت میں حصہ	۱۹۹
۵	کھانا کھلانا	۱۹۹
۶	احساسِ ضرورت	۲۰۲
	۱۰۔ حقوقِ اُستاد	۲۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	اُستاد کا درجہ	۲۰۶
۲	اطاعت	۲۰۷
۳	ادب و احترام	۲۰۹
۴	عذر خواہی	۲۱۱
۵	آدابِ مجلس	۲۱۱
۶	معاشی بے فکری	۲۱۲
	۱۱۔ حقوقِ علماء	۲۱۴
۱	عزت و احترام	۲۱۵
۲	حسنِ سلوک	۲۱۷
۳	عظمت و سیادت	۲۱۹
۴	اتباعِ عُلماء	۲۲۱
	۱۲۔ خادموں اور ملازموں کے حقوق	۲۲۴
۱	ہمدردانہ رویہ	۲۲۵
۲	غلطیوں سے درگزر	۲۲۷
۳	حق تن آسانی	۲۲۹
۴	خدام کا طعام ولباس	۲۳۱
	۱۳۔ حقوق مزدور	۲۳۴
۱	مناسب اجرت	۲۳۵
۲	پوری مزدوری ادا کرنا	۲۳۷
۳	اُجرت فوراً ادا کرنا	۲۳۹
	۱۴۔ جانوروں کے	۲۴۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	حقوق		۳	جانور کو ذبح کرنے میں آسانی مدنظر رکھنا	۲۴۷
۱	حقِ خوراک یعنی چارہ و پانی	۲۴۲	۴	جانداروں پر رحم کرنا	۲۴۹
۲	جانوروں کے آرام کو مدنظر رکھنا	۲۴۴	۵	جانوروں کو اذیت دینے کی ممانعت	۲۵۳

حقوقِ مسلمان

مسلمان ایک ملت اور قوم ہیں لہذا اخلاقاً اسلام نے ہر مسلمان پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ آپس میں اتفاق، سلوک اور پیار محبت سے رہیں کیونکہ اسلام نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو ایک برادری کی حیثیت حاصل ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں رہتے ہوں۔ آپس میں مسلمانی کا رشتہ نہایت ہی مضبوط رشتہ ہے۔ اس رشتے نے مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند قرار دیا اور ان کے درمیان آپس میں رحم، شفقت، محبت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کو لازم قرار دیا ہے جنھیں حقوق کے نام سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ ان حقوق کو ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان کے حقوق ادا کرتا رہے گا تو اسے بھی وہی سہولتیں میسر آجائیں گی جو ہر مسلمان کے لیے ہیں۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ مَاْلَفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَّا یَاْلَفُ وَلَا یُؤْلَفُ ٭

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن الفت کرنے والا ہے۔ اور اس میں کوئی بھلائی نہیں جو الفت نہ کرے اور اس سے الفت نہ کی جائے۔ (بیہقی)

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان والے ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر آنکھ کو

كَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ ۞

تکلیف ہو جائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر کو تکلیف ہو جائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے (مسلم)

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى ۞

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مسلمانوں کو آپس میں مہربانی، محبت اور شفقت کرتے ہوئے یوں دیکھو گے جیسے ایک جسم۔ جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے جسم کے اعضاء بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔

(بخاری)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ (بخاری)

مسلمان کی برائی کو دور کرنا

اخلاقی طور پر ایک مسلمان اگر اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی میں کوئی برائی یا خرابی دیکھے تو اسے بڑی حکمت سے دور کرنے کی کوشش کرے کیونکہ بعض اوقات یوں ہوتا ہے کہ کسی کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی برائی کر رہا ہے کیونکہ اس میں احساس برائی ختم ہو چکا ہوتا ہے اس لیے کسی مسلمان میں برائی ہو تو اس میں احساس پیدا کریں کہ تمہارا فلاں عمل برا ہے اس کی اصلاح کر لو۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ ؛

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو کروں لیکن ظالم کی کیسے مدد کروں؟ فرمایا کہ اسے ظلم سے روک دو۔ یہی تمہارا اس کی مدد کرنا ہے۔

(بخاری)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کے لیے آئینہ ہے اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو دور کر دے

(ترمذی)

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهٗ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؛

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے۔ اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہے لہٰذا مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اگر وہ اس کی مدد پر قادر ہوتے ہوئے اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا مواخذہ کرے گا۔ (شرح السنۃ)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُكَ فِیْ وَجْهِ اَخِيْكَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا اپنے بھائی کے روبرو مسکرانا صدقہ ہے۔

صَدَقَۃٌ وَّاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَّنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَۃٌ وَّاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِيْ اَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَۃٌ وَّنَصْرُكَ الرَّجُلَ الرَّدِيْٓءَ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَۃٌ وَّاِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَۃٌ وَّفِرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ دَلْوِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَۃٌ ۔

تمھارا نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ تمھارا بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ دکھانا صدقہ ہے اور کمزور نظر والے کی مدد کرنا تمھارے لیے صدقہ کے برابر ہے۔ راستہ سے پتھر اور ہڈی ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور ڈول سے بھائی کے ڈول میں کچھ ڈالنا صدقہ ہے۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَآئِهٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

سلام کرنا اور اس کا جواب دینا

بحیثیت مسلمان ہر مسلمان کا حق ہے کہ ہر واقف کار سے خصوصًا اور نا واقف سے عمومًا ملنے والا سلام کہے اور وہ اس کا جواب دے کیونکہ اسلام کی سب سے بنیادی اخلاقی تعلیم ملاقات کے وقت سلام کہنا ہے۔ یہ سلامتی، امن اور مسرت کا پیغام ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملاقات کے وقت دیتا ہے لہذا ہر بڑے کا حق ہے کہ چھوٹا اسے سلام کرے۔ بیٹھے ہوئے مسلمان بھائی کا حق ہے کہ پیدل چلنے والا اسے سلام کہے اور ہر سوار پیدل کو اور بیٹھے ہوئے کو سلام کہے، استاد کا حق ہے کہ شاگرد اسے سلام کہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا۔ اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جب تک مومن نہ بن جاؤ گے جنت میں داخل نہ ہو گے اور تم مومن نہ ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے اور کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جب تم اس کو عمل میں لاؤ تو تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ تم آپس میں سلام کو رواج دو۔ (مسلم)

-۴-

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ ؛

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کی کونسی عادت بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا، کھانا کھلانا اور واقف نا واقف کو سلام کرنا۔

(بخاری)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ ؛

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوٹے بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو، اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو۔

(بخاری)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے آدمی

وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ ۞ بہت سے آدمیوں کو سلام کریں (بخاری و مسلم)

مصافحہ و معانقہ

ہر مسلمان بھائی کو حق حاصل ہے کہ جب کوئی دوسرا مسلمان بھائی اس سے ملاقات کرے تو وہ اس سے مصافحہ کرے اور موقعہ کی مناسبت سے ہو سکے تو معانقہ بھی کرے۔

مصافحے کا مطلب خلوصِ دل اور محبت سے ہاتھ ملانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مصافحہ فرماتے اور آپؐ کے صحابہ بھی آپس میں ملتے تو مصافحہ کرتے اس لیے مصافحہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے کہ جب مسلمان بھائی آپس میں ملیں یا جدا ہوں تو وہ ہاتھ ملائیں۔ مصافحے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری عیادت مریض کی یہ ہے کہ تم اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی یا ہاتھ پر رکھ کر اس سے اس کا حال پوچھو اور تمہارا آپس میں سلام کرنا مصافحہ سے مکمل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا ۞

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کو بخش دیا جاتا ہے (ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی

اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ ؞

اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تہ بند باندھے برہنہ جسم چادر کو کھینچتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ قسم ہے خدا کی میں نے کبھی اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ آپ نے جوشِ محبت میں زید کو گلے لگا لیا اور بوسہ دیا۔ (ترمذی)

عَنْ جَعْفَرِبْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فِيْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ اَرْضِ الْحَبْشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَتَلَقَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِيْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِيْ اَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ خَيْبَرَ ؞

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سرزمینِ حبشہ سے واپس آنے کے واقعہ میں روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ہم نکلے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آ پہنچے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا آمد جعفر کی۔ اور یہ فتح خیبر کے وقت کا واقعہ ہے۔

حاجت برآری

مسلمان بھائی کا ایک حق یہ ہے کہ اگر اسے کوئی حاجت درپیش ہو تو دوسرے مسلمان اس کی حاجت برآری کردیں ہر کسی کو کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ضرورت تو پیش آہی جاتی ہے تو اس وقت دوسرے مسلمان بھائی کو یہ کوشش اور جدوجہد کرنی چاہیئے کہ وہ کسی نہ کسی صورت میں دوسرے کے کام آجائے تاکہ اللہ راضی ہو۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۞

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کی تکلیفوں میں سے اس کی ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مسلم)

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اُدْخُلْ فَقُلْتُ اَكُلِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ۔ فَدَخَلْتُ۔ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ اُدْخُلْ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ ۞

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ چمڑے کے خیمے میں جلوہ افروز تھے میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا اندر آجاؤ۔ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! کیا پورا ہی داخل ہو جاؤں؟ فرمایا کہ پورے ہی۔ پس میں اندر داخل ہو گیا۔ عثمان بن ابو عاتکہ نے کہا کہ انھوں نے پورا داخل ہونے کی بات اس لیے کہی تھی کہ خیمہ چھوٹا تھا۔ (ابوداؤد)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُّرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللهَ وَمَنْ سَرَّ اللهَ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ ؛

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے امتی کی حاجت پوری کی اور ارادہ یہ ہو کہ اس سے وہ خوش ہو جائے تو اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا

(بیہقی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا اِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظٍ مِّنَ اللهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ مِنْهُ خِرْقَةٌ ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا، جس نے کسی مسلمان کو لباس پہنایا تو اس کے جسم پر جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی باقی رہے گا یہ لباس پہنانے والا اللہ کے حفظ و امان میں رہے گا۔ (احمد، ترمذی)

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْيٍ كَسَاهُ اللهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَيُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ ؛

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان نے اپنے بے لباس مسلمان بھائی کو لباس پہنایا تو اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا اور جس مسلمان نے اپنے بھوکے مسلمان بھائی کو کھانا کھلایا تو اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جو مسلمان اپنے پیاسے مسلمان بھائی کو پانی پلاتا ہے اللہ اس کو جنت کی مہر لگی شراب سے سیراب فرمائے گا۔

(ابو داؤد، ترمذی)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَہٗ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ فَجَعَلَ یَضْرِبُ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا ظَھْرَ لَہٗ۔ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلُ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ قَالَ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں مارنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے۔ اور جس کے پاس وافر زادِ راہ ہے تو اس کو دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے مال کی قسمیں بیان فرمائیں جس سے ہمیں محسوس ہونے لگا کہ زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

(مسلم)

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ ھِنْدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ اِبِلٌ لِّلشَّیٰطِیْنِ وَبُیُوْتٌ لِّلشَّیٰطِیْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّیٰطِیْنِ فَقَدْ رَاَیْتُھَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَّعَہٗ قَدْ اَسْمَنَھَا فَلَا یَعْلُوْا بَعِیْرًا مِّنْھَا وَیَمُرُّ بِاَخِیْہِ قَدِ انْقَطَعَ بِہٖ فَلَا یَحْمِلُہٗ وَاَمَّا بُیُوْتُ الشَّیٰطِیْنِ فَلَمْ اَرَھَا کَانَ سَعِیْدٌ یَقُوْلُ لَا

حضرت سعید بن ابی ہند نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض اونٹ شیاطین کے لیے ہوتے ہیں اور بعض گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہیں۔ شیاطین کے اونٹ وہ ہیں جو میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے جنھیں فربہ کیا ہوا ہے وہ ان میں سے کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا اور اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جو سفر کرنے سے عاجز ہو گیا ہو تو اسے سوار نہیں کرتا۔ شیاطین کے گھر میں نے نہیں دیکھے۔ سعید کہا کرتے کہ میرے

أَرَاهَا إِلَّا هٰذِهِ الْأَقْفَاصُ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ ؎

خیال ہیں یہ وہ پنجرے ہیں جنھیں لوگ ریشم سے ڈھانپتے ہیں۔ (ابوداؤد)

عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ۔ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْهُ ۔ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ ۔ قَالُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ ؎

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اگر یہ کسی سے ممکن نہ ہو تو آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے، صحابہ نے عرض کیا اگر یہ کسی سے ممکن نہ ہو اور نہ کر سکے، نبی کریمؐ نے فرمایا کسی ضرورت مند کی مدد اور غمگین کی تسلی کرے۔ صحابہ نے عرض کیا اگر کوئی یہ بھی نہ کر سکے، حضورؐ نے فرمایا نیکی کا حکم کرے صحابہ نے کہا اگر ایسا نہ کرے تو حضورؐ نے فرمایا آپ برائی سے رکا رہے یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔ (بخاری)

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَحَ مِنْحَةَ لَبَنٍ أَوْ وَرِقٍ أَوْ هَدٰى زُقَاقًا كَانَ لَهٗ مِثْلَ عِتْقِ رَقَبَةٍ ؎

حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو عاریۃً دودھ کا جانور یا چاندی قرض دی یا کسی کو گلی کا راستہ بتایا گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کیا۔ (ترمذی)

مسلمان کی خیر خواہی

اسلامی معاشرہ کی بنیاد خیر خواہی ہے۔ خیر خواہی سے مراد دوسروں کا بھلا چاہنا ہے یعنی کسی کو کسی صورت میں اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے لہٰذا مسلمان بھائی کو چاہیئے کہ جو بھی کام کرے اس

ہیں اپنے فائدے اور دوسرے کے نقصان والا کوئی پہلو موجود نہ ہو۔ خیر خواہی کی مختلف صورتیں ہیں جو احادیث کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں :

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْوَۃُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ مُسْتَجَابَۃٌ عِنْدَ رَاْسِہٖ مَلَکٌ مُّوَکَّلٌ کُلَّمَا دَعَا لِاَخِیْہِ بِخَیْرٍ قَالَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِہٖ اٰمِیْنَ وَلَکَ بِمِثْلٍ ؛

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی عدم موجودگی میں اگر اس کا کوئی بھائی دعا کرتا ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور دعا کرنے والے کے ساتھ ایک فرشتہ متعین کر دیا جاتا ہے۔ جب وہ اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لیے بھی ویسی ہی دعا کی مقبولیت کی دعا کرتا ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُّسْتَجَابُ لَھُنَّ دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَ وَدَعْوَۃُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ وَدَعْوَۃُ الْمُجَاھِدِ حَتّٰی یَقْعُدَ وَدَعْوَۃُ الْمَرِیْضِ حَتّٰی یَبْرَاَ وَدَعْوَۃُ الْاَخِ لِاَخِیْہِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَاَسْرَعُ ھٰذِہِ الدَّعَوَاتِ اِجَابَۃً دَعْوَۃُ الْاَخِ بِظَھْرِ الْغَیْبِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا پانچ قسم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دعا جو بدلہ کے طور پر ہو۔ حاجی کی دعا جب وہ حج کر کے واپس آتا ہے۔ مجاہد کی دعا جب وہ جنگ سے بیٹھے، ایک مسلمان بھائی کی دوسرے مسلمان کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان میں سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک بھائی کی عدم موجودگی میں دوسرے بھائی نے کی ہو۔ (بیہقی)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا ؂

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کو اس کے عمل کی وجہ سے نجات نہیں ملے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا ہاں نہ مجھے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے لہٰذا اپنے کردار و گفتار کو درست کرو۔ طلب ثواب کرو۔ صبح و شام عمل خیر کرو، میانہ روی اختیار کرو۔ میانہ روی اختیار کرو تاکہ مقصد (ثواب و نجات) حاصل کر لو۔ (بخاری)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ ؂

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ کسی بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ؂

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔ (بخاری)

تحفظ جان و مال و آبرو

ہر مسلمان کا حق ہے کہ اس کی جان مال اور آبرو محفوظ ہو اس لیے اسلام نے کسی کو ناجائز جان سے مارنے یا کسی کا مال چھیننے یا کسی کی آبروریزی کرنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ عمل جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو جانی یا مالی نقصان

پہنچائے۔ یہ ہر ایک کا بنیادی حق ہے۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ ذلیل کرے نہ تحقیر کرے تقویٰ یہاں ہے اور تین دفعہ اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا، آدمی کو برائی سے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، مال اور آبرو حرام ہے۔

(مسلم)

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ ؎

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے دیوار کی طرح ہے جس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصے کو مضبوط کرتا ہے پھر انگشت مبارک آپس میں پیوست کیں۔

(بخاری)

—٭—

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ قیامت کے روز اس سے جہنم کی آگ کو دور رکھے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

97009

ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمۂ کرم پر ہے۔ (۳۰: ۴۷) ۔ (شرح السنۃ)

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ اِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهُ وَمَا مِنْ اِمْرِئٍ مُسْلِمٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهِ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهُ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان آدمی کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرنا چھوڑ دے، جہاں اس کی حرمت پامال کی جارہی ہو اور اس کی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ پر ذلیل کرے گا جہاں اسے تائید ایزدی کی ضرورت ہوگی اور جو مسلمان آدمی کسی مسلمان کی ایسی جگہ پہ مدد کرے جہاں اس کی آبروریزی کی جارہی ہو اور اس کی حرمت کو پامال کیا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد فرمائے گا جہاں وہ تائید ایزدی کی ضرورت محسوس کرے گا۔ (ابوداؤد)

بیماری میں عیادت کا حق

مسلمان بھائی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو دوسرے مسلمان اس کی عیادت کریں ۔ بیمار آدمی کی مزاج پرسی یعنی اس کا حال اور طبیعت کی کیفیت دریافت کرنے کو عیادتِ مریض کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا اہم اخلاقی فریضہ ہے لہٰذا جب کوئی رشتہ دار عزیز یا دوست ہمسایہ یا کوئی اور تعلق دار بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لیے ضرور جانا چاہیئے اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور خاص کر ایسے مریض کی تیمار داری فرض کفایہ ہے جس کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہ ہو۔

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ عُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَ فُكُّوا الْعَانِيَ ؎

بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو قید سے چھڑاؤ۔ (بخاری)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (بندوں سے) فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا خداوندا تو رب العالمین ہے میں تیری کس طرح عیادت کرتا۔ اللہ تعالے فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ دیا، بندہ کہے گا خداوندا تو رب العالمین ہے میں تجھے کس طرح کھانا دیتا۔ رب کریم فرمائے گا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا طلب کیا لیکن تو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کا ثواب مجھ سے پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ کہے گا یا رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب العالمین ہے۔ رب کریم فرمائے گا، تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہ پلایا کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو

سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ ٭

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَ عَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِبًا بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ سِتِّيْنَ خَرِيْفًا ٭

مجھے اس کے قریب پاتا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر اپنے مسلمان بھائی کی اجر و ثواب کی نیت سے عیادت کی، تو اس کو ساٹھ سال کے پیدل سفر کے برابر جہنم سے دور کر دیا جائے گا (ابوداؤد)

حقوقِ والدین

اللہ تعالیٰ نے والدین کو بچوں کے لیے ایک گراں قدر سرمائے کی مانند بنایا ہے، کیونکہ بچہ اپنی پیدائش کے بعد ہر طرح سے بے یارو مددگار ہوتا ہے تو اس وقت والدین اس کی زندگی کا سہارا بنتے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق اسے پروان چڑھانے میں مدد دیتے ہیں اس لیے والدین اولاد کے لیے قابل قدر و احترام ہیں اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولاد پر یہ فریضہ عائد کر دیا کہ جس طرح والدین تیرے حقوق ادا کرتے ہیں اسی طرح جوان ہو کر تم بھی ان کے حقوق ادا کرو۔ اسلام میں والدین کی خدمت، عزت اور اطاعت پر خصوصی توجہ دلائی گئی ہے کتاب و سنت میں واضح طور پر حقوق والدین کے احکام صادر فرما دیے گئے ہیں تاکہ ہر مسلمان ان پر عمل پیرا رہے۔ والدین کے حقوق کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حُسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ سے حسن سلوک کے لیے "احسان" کا لفظ استعمال فرمایا ہے "احسان" حُسن سے بنا ہے جس کا مطلب بھلائی اور نیکی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے والدین سے نیکی سے پیش آئے یعنی ان کے لیے جو کام بھی کرے اس سے انھیں فائدہ پہنچے نقصان نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى	اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایوں اور دور کے ہمسایوں اور پاس

وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ

بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو تمھاری ملکیت میں ہوں، سب سے احسان کرو بیشک اللہ بڑائی مارنے والوں تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(پ۵۔ نساء: ۳۶)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پہلے یہ حکم دیا ہے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور صرف میری عبادت کرو۔ اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرو کیونکہ تمام رشتے ماں باپ کے ذریعے سے ہیں۔ اللہ کا انسان پر تو حق یہ ہے کہ انسان اس کو پکارے اس کا ذکر کرے اور والدین کا حق یہ ہے کہ ان کی خدمت کی جائے، ان کی خوراک، لباس، صحت اور رہائش کا بندوبست کیا جائے۔ اگر والدین سے کبھی کوئی دنیاوی نقصان ہو جائے تو ان سے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی والدین سے اچھا سلوک کرنے کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی؟ قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ الْجِہَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۞

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا خدا کے نزدیک کونسا کام زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے پوچھا پھر کونسا کام؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ بھلائی کرنا۔ میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

(بخاری شریف)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا جو بھی لڑکا اپنے ماں باپ کو محبت واحترام

کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے بدلے ایک مقبول (نفلی) حج (کا ثواب) لکھتا ہے۔ انسان کے گمان میں جو یہ بات ہے کہ ہر نظر کے بدلے ایک مقبول نفلی حج کا ثواب کیونکر لکھا جا سکتا ہے تو یہ اجر و انعام اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی وسعتِ رحمت کی نسبت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔ وہ اگر چاہے تو اس سے بھی بڑا اجر عطا کر سکتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَّلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَّبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ ؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بیٹا ایسا نہیں جو اپنے والدین کی طرف نگاہِ رحمت سے دیکھے مگر ہر نظر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج مبرور لکھ دیتا ہے لوگ عرض گزار ہوئے کہ خواہ روزانہ سو دفعہ دیکھے؟ فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں جہاد کرنے کی خواہش رکھتا ہوں لیکن اس پر قادر نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا، کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ عرض کیا والدہ صاحبہ زندہ ہیں فرمایا بس تو اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت اور فرمانبرداری کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ جب تو اس پر عمل کرے گا تو حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اور جہاد کرنے والا ہو گا۔ جب تیری ماں تجھے بلائے تو (اس کی فرمانبرداری کے بارے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرنا (یعنی نافرمانی مت کرنا) اور والدہ کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرنا۔ (درمنثور۔ ج۴۔ ص ۱۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور رزق میں اضافہ ہو، اس کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ سے حسنِ سلوک اور بھلائی کرے اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی رکھے۔ (در منثور، ج ۴)

حضرت سہیل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنے والدین سے نیکی کا سلوک کرے اس کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز فرما دیتا ہے۔ (الادب المفرد)

خدمتِ والدین

والدین کو اولاد پر پورا پورا حق حاصل ہے کہ ان کی اولاد ان کی خدمت کرے۔ خاص کر جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو ان کی خدمت کرنا اولاد کا اولین فرض بن جاتا ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ والدین میں سے اگر تمھاری موجودگی میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اُف تک نہ کہو اور انھیں مت جھڑکو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔ اور ان پر مہربان ہو کر عاجزی کے بازو جھکا دو اور اپنے رب سے دعا کرو کہ جس طرح انھوں نے مجھ پر بچپن میں رحم کیا ایسے ہی تو ان پر رحم فرما۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل: ۲۳ تا ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا ہے کہ خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے۔ اس اہم اور عظیم الشان فرمان کے معاً بعد جو دوسرا حکم دیا جا

رہا ہے وہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کے متعلق ہے۔ جب ماں باپ جوان ہوں اور اپنی ضروریات کے خود کفیل ہوں اس وقت تو بچے عموماً ان کے فرمانبردار ہوتے ہیں کیونکہ بچے ان کے دست نگر ہوتے ہیں لیکن جب بڑھاپا آتا ہے صحت بگڑنے لگتی ہے تو وہ خود روزی کمانے سے قاصر ہو جاتے ہیں اور اولاد کے سہارے کے محتاج ہو جاتے ہیں اس وقت سعادت مند اولاد کا فرض ہے کہ ان کی خدمت گزاری اور دل جوئی کے لیے اپنی کوششیں وقف کر دے۔ اگر مرض طول پکڑ جائے اور ان کا مزاج چڑچڑا ہو جائے اور وہ بات بات پر خفا ہونے لگیں تو ان حالات میں بھی ان کی ناز برداری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے اور خبردار کہیں اکتا کر یا ان کی خفگی سے آشفتہ خاطر ہو کر تیری زبان سے اُف نکلے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ نے بوڑھے والدین کی خدمت کا موقع دیا ہے تو اسے غنیمت سمجھے۔ ان کے علاج معالجہ اور ان کو آرام و آسائش پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ جب ان سے کلام کرے تو سخت کلامی سے بچے بلکہ ایسے محبت بھرے انداز سے ہم کلام ہو کہ ان کے دل کا کنول کھل جائے اور ان کا دل خوش اور آنکھیں روشن ہوں اور وہ بے اختیار دعا دیں۔

حق بات تو یہی ہے کہ بوڑھے والدین کی خدمت کر اور اسی حق کی تائید کر کے خود عمل پیرا ہو جا۔ بوڑھے ماں باپ کی دعاؤں میں بڑا اثر ہوتا ہے اس لیے یہ وقت کھونا نہیں چاہیئے۔ اکثر لوگوں کی زندگی میں رزق کی فراوانی اور خوش حالی بوڑھے والدین کی دعاؤں ہی سے آتی ہے۔

عَنْ اَبُوْھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اسی کی ناک خاک آلودہ ہو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ! کس کی؟ فرمایا کہ جو بڑھاپے کی حالت میں اپنے والدین کو

عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ۞
پائے، دونوں میں سے ایک کو یا دونوں کو، اور پھر بھی جنت میں داخل نہ ہو۔
(مسلم شریف)

جو شخص بوڑھے لوگوں کا احترام نہ کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والا نہیں ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بوڑھے لوگوں کا بیحد احترام کیا کرتے تھے اور یہی بات آپ نے امت کو فرمائی ہے۔

حدیثِ جبریلؑ میں بوڑھے والدین کی خدمت کے لیے بہت تاکید کی گئی ہے حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ۔ قَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ اٰمِيْنَ۔ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضور نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین! جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین! جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین! جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہ سُنی تھی؛ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جبریلؑ میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا) تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں دوسرے

يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْنَ ÷

(رواہ البخاری)

درجہ پر پہنچا تو انھوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے ۔ میں نے کہا آمین! جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین !

(اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وہ شخص بد قسمت ہے جس کے والدین بوڑھے ہوں، ان دونوں میں سے ایک یا دونوں حیات ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو سکے ۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت تاکید کی گئی ہے لہذا مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے اس لیے ان کی بے ادبی نہیں کرنی چاہیئے ۔

اطاعتِ والدین

والدین کا ایک حق یہ ہے کہ ان کی زندگی بھر اطاعت کی جائے اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے دائرہ میں جو بھی حکم دیں اسے تسلیم کیا جائے اور ان کا ہر کہنا مانا جائے بشرطیکہ وہ ایمان کے تقاضوں کے خلاف نہ ہو۔ اولاد کے لیے ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے کیونکہ انھوں نے اولاد کی پرورش کی ۔ ان کی تربیت پر ہر لحاظ سے زر خرچ کیا۔ زندگی بھر ان کے حقوق پورے کیے ۔ اس لیے والدین جب بھی اولاد کو بلائیں، تو اسے حاضر ہونا چاہیئے ۔

انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ آخرت میں اسے نجات ملے۔ اس نجات کا بیشتر دارومدار ایمان اور عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت سے وابستہ ہے ۔ اگر والدین اولاد سے راضی ہو جائیں تو وہ جنت کی حقدار ہو جائے گی۔

اسے ایک حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے،

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِہِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ والدین کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے، فرمایا کہ وہی تمہاری جنت و دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

اطاعت والدین کے سلسلے میں ماں باپ کا کہنا ماننا از حد لازم ہے کیونکہ والدین اپنی اولاد کو انھی کے فائدے کے لیے بہت سی باتیں کہتے ہیں اور اولاد اس پر عمل نہیں کرتی۔ اسلام نے والدین کو یہاں تک حق دیا ہے کہ اگر والدین بیوی کو طلاق دینے تک کہیں تو بھی ان کے حکم کی اطاعت کر دی جائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَتْ تَحْتِیْ اِمْرَاَۃٌ اُحِبُّھَا وَکَانَ عُمَرُ یَکْرَھُھَا فَقَالَ لِیْ طَلِّقْھَا فَاَبَیْتُ فَاَتٰی عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلِّقْھَا ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ تو میں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اس حدیث کے ضمن میں مترجم ابوداؤد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر باپ حکم دے تو بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے ورنہ باپ کا نافرمان شمار ہوگا۔

آج جبکہ اسلام سے ہماری وابستگی برائے نام رہ گئی ہے تو اکثر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ بیویوں کے کہنے پر ماں باپ کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ والدین کے

نافرمان بننا منظور کر لیتے ہیں لیکن کوشش کرتے ہیں کہ بیوی کے فرمانبردار رہنے میں فرق نہ آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے بیعتِ ہجرت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں نے اپنے والدین کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ دونوں (میری جدائی کی وجہ سے) رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤ جیسے تم نے انھیں رلا دیا ہے ویسے ہی انھیں ہنسا دو۔ (الادب المفرد)

والد سے بھلائی و نیکی

ماں کے ساتھ بچے کا والد بھی اس کا محسن ہوتا ہے کیونکہ والدہ جب اولاد کی نشو و نما اور تربیت کرتی ہے تو اس میں والد کا جسمانی اور مالی تعاون ہوتا ہے اس لیے بچہ جب جوان ہو جائے تو اس کا حق بنتا ہے کہ وہ والد کے ساتھ بھلائی اور نیکی کرے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں والد سے بھی حسنِ سلوک کی بڑی تاکید فرمائی ہے بلکہ اس کے ادب و احترام اور اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ آپ نے اپنے ایک ارشاد مبارک میں باپ کو بہشت کا دروازہ قرار دیا ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَی الْبَابِ اَوْ ضَیِّعْ ؛

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ باپ بہشت کے بہترین دروازوں میں سے ہے۔ اب تو چاہے تو اس دروازہ کی حفاظت کر اور چاہے کھو دے (ابن ماجہ)

اس حدیث میں باپ کو جنت کا دروازہ کہا گیا ہے یعنی باپ کی خدمت اولاد کو بہشت کا حقدار بنا دیتی ہے اس لیے اولاد کو اس دروازے کی حفاظت کی تاکید کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی خدمت کی جائے اور اس سے

عمدہ سلوک کیا جائے تاکہ اللہ راضی ہو اور جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے۔

اولاد کے لیے ضروری ہے کہ والد کے ادب و احترام کا خاص خیال رکھے، نہ اس کا نام لے کر پکارے اور نہ ہی اس کے آگے چلے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا آپ نے پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کون ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ میرے والد محترم ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اپنے باپ کے آگے مت چلنا (جب بیٹھنے لگو تو) باپ سے پہلے مت بیٹھنا، اپنے والد کو نام لے کر مت پکارنا اور اس کی وجہ سے کسی کو گالی مت دینا۔ (درمنثور۔ ج۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے دو آدمیوں کو دیکھا اور ان میں سے ایک سے پوچھا تیرے ساتھ والا کون ہے؟ اس نے جواب دیا میرے والد محترم۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ ان کا نام لے کر انھیں نہ بلانا، ان کے آگے آگے نہ چلنا اور ان کے بیٹھنے سے پہلے نہ بیٹھنا (الادب المفرد)

ہر والد کے اپنی اولاد پر بے حد احسانات ہوتے ہیں، اولاد کے لباس، خوراک اور رہائش کا بندوبست کرنا والد کے ذمے ہے۔ اس کے لیے ہر والد اپنے خون پسینے کی کمائی سے اپنی اولاد کے حقوق پورے کرتا ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں انھیں سہولت فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹا اگر غلام باپ کو آزاد بھی کرا دے تو پھر بھی اس کی خدمت کا حق پورا نہیں ہوتا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْزِیْ وَلَدٌ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹا اپنے باپ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے

وَالِدَہٗ اِلَّا اَنْ یَّجِدَہٗ غُلَامًا فَاَعْتَقَہٗ ۔ سکتا مگر یہ کہ اسے غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے۔ (ابو داؤد)

باپ چونکہ مال کے ذریعے اولاد کی خدمت کرتا ہے اس لیے اولاد اگر غلام باپ کو آزاد کرانے کے لیے مال تک خرچ کر دے تو پھر بھی والد کا حق ادا نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے کہ اولاد کو اپنے والد کے لیے ہر وقت اطاعت اور خدمت کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ہمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے والدین کی قسم پوری کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انھیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں اس سے کچھ کوتاہیاں کیوں نہ ہوتی رہی ہوں۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے تو روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے نیکوں کے ساتھ کھڑا کرے گا۔ (طبرانی)

رضا کا مطلب خوش ہوتا ہے اگر باپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے طرز عمل سے خوش ہو جائے تو ان سے اللہ خوش ہو جائے گا۔ اور اگر باپ اولاد سے ناراض رہے تو ایسی اولاد سے اللہ راضی نہ ہو گا لہذا نیک اولاد کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے والد ان سے خوش رہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ ۔ (

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تم اپنی خدمت و اطاعت اور اچھے سلوک کے ذریعہ ماں باپ کو خوش رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے خوش رہے گا اور اگر تم نافرمانی و سرکشی اور ایذا رسانی کے ذریعہ ماں باپ کو ناخوش و ناراض رکھو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم سے ناخوش اور ناراض رہے گا۔

والدہ کا خصوصی ادب و احترام

اللہ تعالیٰ کی نظر میں ماں کا مقام بہت بلند ہے کیونکہ ماں عورت ہونے کی حیثیت سے کمزور ہوتی ہے اس لیے اسے اولاد کی پرورش کے لیے جسمانی طور پر مرد سے زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے۔ خاص کر بچہ جنتے اور دودھ پلانے کے زمانے میں اسے رات دن بچے پر خاص توجہ دینی پڑتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ماں کے ساتھ خاص طور پر حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔

والدہ کی خصوصی تعظیم کرنا اولاد کا فرض ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي	اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی والدہ نے بڑی تکلیف کے ساتھ اسے اٹھائے رکھا اور اسے جنم دینے میں بھی تکلیف برداشت کی اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے تک تیس ماہ گزر گئے، حتیٰ کہ جب وہ پوری طرح نشو و نما پا گیا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے اپنی نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ وہ نعمت جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی ہے اور میں تیری رضا کے مطابق صالح عمل

فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ج اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۰

کروں اور میری اولاد کو اصلاح پر قائم رکھ بیشک میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور بلاشبہ میں مسلمانوں میں سے ہوں رپ ۲۶، احقاف: ۱۵)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ باپ کی نسبت ماں حسنِ سلوک کی زیادہ حقدار ہے اس آیت میں ان تکلیفوں اور مشقتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بچے کے سلسلے میں صرف ماں برداشت کرتی ہے۔ جس دن ماں حاملہ ہو جاتی ہے اس دن سے ماں کی ساری صلاحیتیں بچے کی پرورش میں صرف ہونے لگتی ہیں اس کا اپنا جسم حمل کی وجہ سے متاثر ہوتا ہے، پیٹ پر گرانی رہنے لگتی ہے۔ طبیعت پر افسردگی چھا جاتی ہے۔ پیدائش کے وقت والدہ کو جس کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے وہ بڑا جان لیوا مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد رضاعت کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ صبح و شام کپڑے بدلتی ہے۔ خدانخواستہ اگر بچہ بیمار ہو جائے تو اسے رات دن اٹھائے پھرتی ہے۔ رات کو اگر بستر پر بچہ پیشاب کر دے تو اسے خشک جگہ پر ڈالتی ہے۔ غرضیکہ بچے کے آرام کی خاطر ماں بڑی مشقت برداشت کرتی ہے۔ ان خدمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ماں کو باپ سے کئی گنا زیادہ حق دیا ہے۔

اولاد کے حسن سلوک کی سب سے زیادہ حقدار ماں ہوتی ہے پھر باپ، اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بدرجہ رشتہ دار شمار ہوتے ہیں۔ اس بارے میں حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں! اس نے پوچھا پھر کون؟

قَالَ اُمُّكَ ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوكَ ۔ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ٭

آپ نے فرمایا تیری ماں! اس نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تیری ماں! اس نے پوچھا۔ پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تیری ماں، پھر تیری ماں، پھر تیرا باپ۔ پھر تیرا قریبی عزیز پھر اس کے بعد رشتہ دار۔ (بخاری)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ماں سے حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ اس نے اپنے پیٹ میں بچے کا حمل اٹھانے، بچے کو جنم دینے اور پھر اسے دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کی ہے اس لیے اولاد پر ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہے۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی اور اس کی خدمت اور دیکھ بھال کرنا زیادہ واجب اور ضروری ہے اور اگر ایسی صورت پیش آجائے جس میں بیک وقت دونوں کے حقوق کی ادائیگی دشوار ہو جائے مثلاً ماں باپ کے درمیان کسی وجہ سے ان بن ہو اور لڑکا اگر ماں کے حقوق کی رعایت کرتا ہے تو باپ ناراض ہوتا ہے اور اگر باپ کے حقوق کا لحاظ کرتا ہے تو ماں آزردہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ درمیانی راہ نکالی جائے کہ تعظیم و احترام میں تو باپ کے حقوق کو فوقیت دی جائے اور خدمت گزاری نیز مالی امداد اور عطا میں ماں کے حق کو فوقیت دی جائے۔

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِاُمَّهَاتِكُمْ ثَلٰثًا اِنَّ اللّٰهَ يُوْصِيْكُمْ بِاٰبَائِكُمْ

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر تمھیں باپ کے

إِنَّ اللّٰهَ يُوصِيكُمْ بِالْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ ؎

ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اس کے بعد قریبی رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

؎

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم جہنم سے ڈرتے ہو اور چاہتے ہو کہ جنت میں جاؤ؟ کہا خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ کہا والدہ ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم! اگر تم اس سے نرمی سے باتیں کرو اور اس کو کھلاؤ تو جنت میں ضرور جاؤ گے بشرطیکہ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ ؎

حضرت بہز بن حکیم، ان کے والد، ان کے جدامجد کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر؟ فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر؟ فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ عرض گزار ہوا کہ پھر؟ فرمایا کہ اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر جو زیادہ قریبی رشتہ دار ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

؎

دوران حمل بچے کو ماں کے پیٹ میں ماں کی کھائی ہوئی خوراک سے خوراک ملتی ہے۔ جو بچے کا جسم بننے کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ ماں کی بڑی قربانی ہے اس لیے ماں کا مقام بہت بلند ہے۔

عَنْ كُلَيْبِ بْنِ مَنْفَعَةَ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ

کلیب بن منفعہ کے دادا جان نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا کہ اپنی ماں

اُمَّكَ وَاَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ وَمَوْلَاكَ الَّذِيْ يَلِيْ ذٰلِكَ حَقًّا وَاجِبًا وَرَحِمًا مَوْصُوْلَةً ؂

اپنے باپ، اپنی بہن، اپنے بھائی اور اپنے آزاد کرنے والے کا حق واجب ہے۔ اور صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

(ابو داؤد)

ہر ماں بچے کو تکلیف کے ساتھ جنم دیتی ہے جو بڑی شدید ہوتی ہے۔ اور یکدم برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اس وجہ سے بھی ماں کا مقام باپ سے زیادہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ السُّلَمِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُوْصِیْ اِمْرَءً بِاُمِّہٖ اُوْصِیْ اِمْرَءً بِاُمِّہٖ اُوْصِیْ اِمْرَءً بِاُمِّہٖ اُوْصِیْ اِمْرَءً بِاَبِیْہِ اُوْصِیْ اِمْرَءً بِمَوْلَاہُ الَّذِیْ یَلِیْہِ وَاِنْ کَانَ عَلَیْہِ اَذًی یُّؤْذِیْہِ ؂

حضرت ابو سلمہ السلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں تمہیں ماں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور پھر باپ کے ساتھ اور پھر غلام کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہیں اس سے تکلیف پہنچے۔

(ابن ماجہ)

بچے کی پیدائش کے بعد ماں بچے کو چند سال تک پالتی ہے اور اس کی پرورش میں اپنی جسمانی قوت صرف کرتی ہے یعنی رات دن بچے کو اٹھاتی ہے، اسے دودھ پلاتی ہے، سُلاتی ہے۔ غرضیکہ ہر ضرورت پوری کرتی ہے اس وجہ سے بھی ماں کا مقام بہت بلند ہے۔

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا؟ قَالَ نَعَمْ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قریش کے معاہدے کے دنوں میں میری والدہ میرے پاس آئیں اور وہ مشرکہ تھیں۔ میں عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ ضرورتمند ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں

صِلِيْهَا ؛ ان سے صلہ رحمی کرو۔ (بخاری)

ماں کا مقام بلند ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ماں اولاد کو پالتے وقت باپ سے زیادہ مشقت برداشت کرتی ہے اس لیے حسنِ سلوک کے سلسلے میں اولاد کو چاہیئے کہ ماں کے ساتھ خاص توجہ رکھے۔

جنت ماں کے قدموں تلے ہے

ماں کی خدمت واطاعت جنت میں جانے کا ذریعہ ہے اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے جس کے باعث جنت میں داخل ہونا لازم ہو جاتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جہاد میں جانے کی بجائے ماں کے پاس رہ کر اس کی خدمت کی جائے، تو بھی انسان جنت میں داخل ہوگا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر جہاد میں جانا ناگزیر ہو جائے تو جہاد میں شامل ہو جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بارے میں احادیثِ مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزِمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا ؛

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد کرنے کا ہے میں آپ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تمھاری ماں موجود ہے انھوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اسے نہ چھوڑو کیونکہ جنت اس کے قدموں میں ہے۔ (نسائی شریف)

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

اَسْتَشِيْرُهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ وَالِدَانِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلْزِمْهُمَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِهِمَا ٭

آپ سے جہاد کے بارے میں مشورہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمھارے والدین ہیں؟ انھوں نے کہا جی! آپؐ نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ (طبرانی)

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ السَّلْمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ اُمُّكَ حَيَّةٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْزِمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الْجَنَّةَ ٭

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں زندہ ہے میں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا اس کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو۔ جنت وہیں ہے۔

(طبرانی)

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ الْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ ٭

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

(کنز العمال)

٭

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ اُمِّهٖ كَانَ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ٭

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔ (بیہقی)

عَنْ فَاطِمَةَ رض قَالَتْ اَلْزِمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو، جنت

الْجَنَّةَ ۞ وہیں ہے۔ (ابن ماجہ)

مالی استعانت کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ترغیب دی ہے کہ اپنے والدین پر خرچ کیا جائے۔ ماں باپ اگر ضرورت مند ہوں تو وہ اولاد کے مال سے اپنی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں۔

جس طرح والدین کے مال اور جائداد پر اولاد کا حق ہوتا ہے اسی طرح اولاد کے مال پر والدین کا حق ہے۔ مال ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنے ضرورت مند والدین کو خرچ نہیں دیتا تو وہ گنہگار ہوگا۔ بیٹے کی کمائی سے والدین کو کھانے کا جو حق حاصل ہے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ وَمِنْ اَطْيَبِ كَسْبِهِ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۞

حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا بیٹا اس کی کمائی سے ہے بلکہ اس کی بہترین کمائی ہے پس ان کے مالوں سے کھا سکتے ہو۔ (ابو داؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اولاد بھی دوسری کمائی کی طرح کمائی ہے پس اس سے والدین کھا سکتے ہیں۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَالًا وَّ وَلَدًا وَ اِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ مَالِيْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کے والد نے اپنے والد محترم سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میرے پاس مال ہے اور اولاد بھی ہے اور میرے والد محترم میرے مال کے محتاج ہیں۔ فرمایا کہ تم اور تمہارا مال سب تمہارے والد کا ہے، تمہاری

اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ فَكُلُوْا مِنْ اَمْوَالِكُمْ ۞

اولاد، تمہاری بہترین کمائی سے ہے۔ پس تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھا سکتے ہو۔ (ابوداؤد)

ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ اس کا باپ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! وہ کمزور تھا اور میں قوی تھا۔ وہ محتاج تھا اور میں مالدار تھا میں اپنی ملک میں سے کسی چیز سے اسے منع نہ کرتا تھا۔ آج میں کمزور ہو گیا ہوں اور یہ مالدار ہے یہ مجھے اپنا مال دینے میں بخل کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا کوئی پتھر یا ڈھیلا بھی اسے سنے گا تو رونے لگے گا۔ پھر آپ نے لڑکے سے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (نزہۃ المجالس)

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمَّتِهٖ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ فِيْ حَجْرِيْ يَتِيْمٌ اَفَاٰكُلُ مِنْ مَّالِهٖ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَطْيَبِ مَا اَكَلَ الرَّجُلُ مِنْ كَسْبِهٖ وَوَلَدُهٗ مِنْ كَسْبِهٖ ۞

حضرت عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی جان سے روایت کی انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کہ ایک یتیم میرے زیر پرورش ہے، کیا میں اس کے مال سے کھا سکتی ہوں؟ ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی کے لیے سب سے پاک اپنی کمائی کھانا ہے۔ اور بیٹا بھی اس کی کمائی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنے والد کے بارے میں شکایت کی کہ اس نے میرے مال سے کچھ کھا لیا ہے آپ نے اسے فرمایا کیا تو یہ بات نہیں جانتا کہ تو اور تیرا مال تیرے والد کا کمایا ہوا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ)

والدین کے لیے دعائے مغفرت

انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ انسان کو مغفرت حاصل ہو اور اللہ ہمارے تمام گناہ بخش دے۔ مغفرت طلب کرنے کا نام استغفار ہے۔

اللہ سے مغفرت طلب کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اپنے لیے مغفرت طلب کی جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے زندہ مومن بھائیوں کے لیے اللہ سے مغفرت مانگی جائے اور تیسری صورت یہ ہے کہ جو مسلمان بھائی دنیا سے تشریف لے گئے ہیں خواہ وہ اپنے اعزّہ و اقارب ہوں یا دوسرے، ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور وہ جو ان کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! بیشک تو نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (حشر: ۱۰)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

اے ہمارے رب! مجھے اور میرے والدین اور مومنین کو بخش دینا جس دن حساب کیا جائے۔ (پ ۱۳- ابراہیم: ۴۱)

اپنے علاوہ دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بخشش اور معافی طلب کرنے کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةً ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مومن اور مومنہ (کے استغفار) کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا۔ (طبرانی)

جب والدین اس دنیا سے کوچ کر گئے ہوں تو ان کے لیے اللہ کے حضور دعائے مغفرت کی جائے جس سے ان کے سامانِ بخشش میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَاءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ ۞

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر میں مردہ کی حالت ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے وہ دعاؤں کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ ماں باپ کی طرف سے ہو یا بھائی اور دوست کی طرف سے اور جب یہ دعا اس مردہ کو پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور بیشک رب کریم دنیا والوں کی دعائیں مردوں کو پہاڑوں کی طرح کرکے پہنچاتا ہے اور زندوں کا اپنے مردوں کی طرف تحفہ ان کے لیے مغفرت کی طلب ہوتی ہے

(بیہقی)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مردوں کے لیے دعائے استغفار کرنی چاہیئے کیونکہ استغفار سے انھیں عالم قبر میں راحت ملتی ہے اگر کسی مردہ کو عذاب ہو رہا ہو تو اس میں تخفیف ہو جاتی ہے اور جو نیک ہوتے ہیں ان کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی ایک اور حدیث میں مرحوم ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کی تاکید کی گئی ہے لہٰذا اگر کسی کے والدین اس دنیا سے فوت ہو گئے ہوں تو ان کی اولاد اگر ان کے لیے دعائے مغفرت کرے تو انھیں قبر میں بہت فائدہ پہنچتا ہے

ارشادِ نبوی ہے ؛

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَ اِنَّہٗ لَھُمَا لَعَاقٌّ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا ؕ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بندے کے والدین فوت ہو جاتے ہیں یا ان میں سے ایک، اور وہ ان کا نافرمان تھا لیکن ہمیشہ ان دونوں کے لیے دعا اور استغفار کرتا رہے تو آخر کار اللہ تعالیٰ اسے نیک لوگوں میں لکھ لیتا ہے۔ (بیہقی)

اس لیے نیک اولاد ماں باپ کے لیے باعث رحمت ہے اسی طرح دوستوں یا دیگر رشتہ داروں کی دعائے مغفرت سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور یقیناً یہ مردوں کے لیے ایک نہایت ہی قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا ہر مسلمان کو تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔

یہ یاد رہے کہ بدنی عمل مثلاً فرض نماز اور روزہ خود اپنے ہی ادا کرنے سے ادا ہوتا ہے لیکن ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہتا ہے لہٰذا صدقہ و خیرات یا محض دعا و استغفار کے ذریعے میت کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔

دعائے مغفرت کا فوت شدہ حضرات کو ایک فائدہ یہ بھی پہنچتا ہے کہ نیک بندوں کے لیے دعائے مغفرت درجات کی بلندی میں اضافہ کرتی ہے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَۃَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ اے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد نے جو

يَارَبِّ اَنّٰى لِيْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۞ تیرے لیے مغفرت کی دعا کی یہ اس کی وجہ سے ہے۔ (احمد)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے،

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقِنْطَارُ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفَ اُوْقِيَةٍ كُلُّ اُوْقِيَةٍ خَيْرٌ مِّمَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَتُرْفَعُ دَرَجَتُهٗ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا فَيُقَالُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۞

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک قنطار ۱۲ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ہر اوقیہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا درجہ جنت میں بلند کر دیا جاتا ہے، وہ اسے دیکھ کر کہتا ہے یہ درجہ کس طرح بلند کر دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی وجہ سے۔ (ابن ماجہ)

والدین کی طرف سے صدقہ دینا

صدقہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا ہے، صدق، صدق سے بنا ہے جس کا مطلب سچائی ہے۔ چونکہ اللہ کی راہ میں دینا سچے مومن کی علامت ہے اس لیے اسے صدقہ کہا جاتا ہے۔ مطلقاً صدقہ سے مراد خیرات ہے۔ مرحوم والدین کو ثواب پہنچانے کا ایک ذریعہ صدقہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں اس نیت سے مال خرچ کیا جائے کہ اس کا ثواب مرحوم والدین کو ملے۔ ایسا صدقہ جس کے خرچ کرنے سے لوگ مسلسل فائدہ اٹھاتے رہیں صدقہ جاریہ کہلاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والوں کی طرف سے صدقہ جاریہ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں

قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا ؟ قَالَ نَعَمْ ؛	کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ کا ناگہانی طور پر انتقال ہوا اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کی بابت کہتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے اس کا ثواب انھیں ملے گا اور اس شخص کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (طبرانی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْا لَهٗ ؛	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے دوسرے مستفیض ہوں یا نیک اولاد جو ان (والدین) کے لیے دعائیں کرتی ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مسلمان والدین کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور ان کے اجر میں کمی کیے بغیر اس آدمی کو بھی ان کے برابر اجر ملتا ہے۔ (احیاء العلوم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! میری والدہ وفات پا چکی ہیں اور انھوں نے کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو اس سے ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں! کیوں نہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رض قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ ۔ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ ۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے (ان کے لیے) کونسا عمل بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا پانی۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے کنواں کھودا اور کہا یہ ام سعدؓ کے لیے صدقہ ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

اس حدیث میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ میں کونسا کام کروں جو ان کے لیے نفع بخش ہو، تو اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے پانی کا صدقہ بہتر ہے۔

حقوقِ اولاد

نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے اس لیے اولاد کا ہونا خوش بختی تصور کیا جاتا ہے۔ جنھیں یہ نعمت میسر آتی ہے وہ بہت خوش و خرم رہتے ہیں۔ اور جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی وہ ہمیشہ اولاد کی محرومیت کے صدمے میں پڑے رہتے ہیں مگر جب اولاد مل جاتی ہے تو گویا دنیا کی بہت بڑی نعمت مل گئی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا یوں ذکر فرمایا ہے،

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝

رحمان کے بندے وہ ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیے جائیں گے جہاں انھیں سلام پہنچایا جائے گا اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔ (پ ۱۹۔ فرقان: ۷۴ تا ۷۶)

اس آیت میں حصولِ اولاد کے لیے اللہ کے حضور التجا کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور اسی اولاد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں نے اللہ کے حضور دعائیں کیں اور اللہ نے قبول فرما کر اولاد کی نعمت سے نوازا۔

نیک اولاد والدین کی زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے جہاں اللہ نے اولاد پر والدین کی خدمت کا فرض عائد کیا وہیں اولاد کے کچھ حقوق بھی والدین کے ذمے لگائے ہیں تاکہ فطری تقاضے قائم رہیں اور کسی فریق کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! نیکی کس سے کروں؟ فرمایا اپنے ماں باپ سے کرو۔ اس نے کہا وہ تو فوت ہو چکے ہیں۔ فرمایا پھر اولاد سے کرو کیونکہ جس طرح ماں باپ کے حقوق ہیں اسی طرح اولاد کے بھی تو حقوق ہیں اور فرزند کے حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی بدخوئی کی وجہ سے ضروری نہیں کہ اسے عاق ہی کیا جائے اور فرمایا کہ خدا رحمت کرے اس باپ پر جو اپنے بیٹے کو نافرمانی کی راہ پر نہیں چلنے دیتا۔ اولاد کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحفظِ جان اولاد کا فطری حق ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے کیونکہ بچے کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ذریعہ بنا رکھا ہے اس لیے اس پر یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ اپنی اولاد کی حفاظت کرو۔ اسلام سے پہلے اولاد کو جینے کا حق حاصل نہ تھا بلکہ اولاد کی زندگی کو مختلف صورتوں سے ختم کر دیا جاتا تھا۔ اولاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ والدین اپنی اولاد کو دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے خود ذبح کر کے ان پر چڑھاوا چڑھا دیتے تھے۔ یہ رسم عربوں اور دیگر قوموں میں بڑی عام تھی۔ اولاد کو مارنے کی دوسری صورت یہ تھی کہ بعض لوگ فقر و فاقہ کے خوف سے خود اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ ایسے ہی اولاد کو قتل کرنے کی تیسری صورت یہ تھی کہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے کیونکہ وہ لڑکیوں کو اپنی ذلت اور شرم کی علامت خیال کرتے تھے۔

اسلام نے اولاد کشی کی ان تمام صورتوں کا انسداد کیا اور اولاد کو ہر طرح سے تحفظ کا حق دیا۔ قرآن پاک میں ان تمام طریقوں کی مذمت کرتے ہوئے اولاد کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ قتل کو سنگین جرم اور گناہ قرار دے کر قاتل کو سزاوار ٹھہرایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو قتل کر دینا دلکش بنا رکھا ہے تاکہ انھیں برباد کر دیں اور ان کے دین کو ان پر مشتبہ بنا دیں اور اگر اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے اور جو لوگ افترا باندھتے ہیں انھیں چھوڑ دیجیے۔ (پ۸ : انعام : ۱۳۷)

اس آیت میں یہ واضح کیا گیا کہ مشرکین کے شرکاء انھیں برے طریقہ پر لگا دیتے تھے یہاں تک کہ انھیں پرفریب جھوٹی باتوں کے ذریعے اس حد تک قائل کر دیتے کہ تم اپنی اولاد کو قتل کر دو۔ ان کے شرکاء سے مراد شیاطین تھے جنھوں نے ان کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر رکھی تھی کہ اولاد کو بتوں کے نام پر ذبح کرنا بڑا اچھا کام ہے۔ چنانچہ اب ان میں ہر بہانے سے اپنے بچوں کو مار ڈالنے کا رواج ہو گیا۔ دین میں یہ طریقہ مقرر ہے کہ اللہ کے نام پر جانور قربان کرو۔ انھوں نے اولاد کو مارنا شروع کر دیا۔ دین میں جانور کی قربانی تھی، شیطان نے کہا کہ اولاد کی قربانی اس سے بڑھ کر ہے۔ دین میں اللہ کے نام پر قربانی کرنے کا حکم ہے، شیطان نے کہا کہ بتوں کے نام پر کرنی چاہیے۔ یہ ان کی عقل کی کوتاہی ہے کہ ہمیشہ شیطان ہی کا کہنا مانتے ہیں۔ اللہ نے انھیں دنیا میں ڈھیل دے رکھی ہے تاکہ انھیں آزمایا جائے کہ عقل سے کام کون لیتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ،

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (پ۸ - انعام : ۱۴۰)

بیشک وہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں جنھوں نے اپنی اولاد کو علم کے بغیر بیوقوفی سے قتل کیا اور جو رزق انھیں دیا تھا اللہ پر افترا باندھ کر اسے اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا بیشک وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی اولاد کو خواہ مخواہ قتل کر دیتے تھے ان کا ایسا کرنا انتہائی احمقانہ حرکت تھی بلکہ ان کی جہالت کی حد تھی۔ اس طرح انھیں دنیا و آخرت میں وہ نقصان ہوا جس کی تلافی ناممکن ہے ایک اور مقام پہ ارشاد ہوا ہے کہ:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ (پ ۸، انعام: ۱۵۱)

آپ فرما دیجیے کہ آؤ میں تمھیں وہ چیزیں سناتا ہوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا اور غربت کے ڈر کے باعث اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا ہم انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کا ذکر کیا جن کا کرنا لوگوں کے لیے ناجائز اور حرام ہے۔ ان کاموں میں ایک کام اولاد کو رزق نہ ملنے کے خوف سے قتل کرنا ہے یہ بہت ہی مذموم فعل تھا لہذا اسے چھوڑنے کی تاکید فرمائی گئی ہے کہ ایسا برا فعل کبھی نہ کرنا۔

۲۔ بچے کی پیدائش کا اظہارِ تشکر

بچے کی پیدائش ایک فطری عمل ہے جب حمل کی مدت پوری ہو جائے گی تو بچہ یا بچی پیدا ہونے کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔ بچے کی زچگی کے دن جب بالکل قریب آ جائیں تو صالح ماں کا یہی طریقہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں بچے کی آسانی کے ساتھ پیدائش کے لیے دعا گو رہے۔ جب دردِ زہ میں مبتلا ہو تو اس وقت خاص طور پر اللہ سے بار بار التجا کرے کہ یا الٰہی! مجھ پہ بچے کی پیدائش کا زیادہ بوجھ نہ ڈال اور رحم طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ مشکل میں آسانی طلب کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔ بچہ یا بچی جب پیدا ہو جائے تو والدین کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اظہارِ شکر کے طور پر عزیز و اقارب میں شیرینی تقسیم کرنے میں کوئی

ہرج نہیں۔

ایسے بابرکت موقع پر مبارکبادی کہنا چاہیئے۔ لڑکے کی خوشخبری سنانا بہت اچھی بات ہے۔ امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کی خوشخبری حضرت ثویبہ نے آپ کے چچا ابولہب کو دی جو آپ کے چچا تھے۔ اور ان سے کہا کہ گزشتہ رات عبداللہ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے اپنی باندی سے یہ خوشخبری سنی تو اس خوشی میں فوراً اس کو آزاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو ضائع نہیں فرمایا بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کو اس کا یہ صلہ دیا کہ ان کو مرنے کے بعد انگوٹھے اور اس کی برابر کی انگلی کے درمیان کی جگہ سے سیراب کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابولہب کا انتقال ہو گیا تو میں نے ایک سال بعد ان کو بہت بری حالت میں دیکھا۔ اور انھوں نے کہا۔ تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے راحت نہ ملی البتہ ہر پیر کے روز مجھے عذاب میں کچھ کمی کر دی جاتی ہے۔ یہ وہی دن تھا جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اور آپ کی پیدائش کی خوشخبری ثویبہ نے اپنے آقا ابولہب کو دی تھی اور آپکی پیدائش سے ابولہب خوش ہوا تھا۔

مبارک باد میں یہ کہا جائے کہ اللہ نے جو بچہ دیا ہے اس میں تمھارے لیے برکت دی جائے اور تمھیں اللہ کے شکر کی توفیق نصیب ہو اور وہ نیک و پارسا بنے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اسے صحت مند رکھے اور اس کی عمر دراز ہو۔ مبارکبادی سے آپس کے تعلقات میں محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ بچے کے کان میں اذان

بچے کے کان میں اذان کہنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بچے کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جب نواسا پیدا ہوا تو آپؐ نے بذات خود اس کے کان میں اذان دی اور جب عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے کان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اذان دی۔

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ ؕ

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی رض کے کان میں اذان کہتے ہوئے سُنا جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں جنا، جیسی نماز کے لیے (ترمذی۔ ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کے کانوں میں سب سے پہلے اذان دی جائے اور سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے تاکہ جونہی بچہ دنیا میں آئے تو اس کے کان میں اللہ تعالیٰ کا نام اور دین اسلام کا کلمہ پہنچے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے گھر بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہے وہ بچہ ام الصبیان بیماری سے محفوظ رہے گا۔ (بیہقی)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے اور اس کی برکت بیان فرمائی ہے۔ (کنز العمال)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ماں باپ پر نومولود بچہ کا پہلا حق یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعہ اس کے دل و دماغ کو اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نام اور شہادت توحید و رسالت، اور ایمان و نماز کی دعوت و پکار سے آشنا کریں۔

بچے کی پیدائش پر تحنیک

بچے کی پیدائش پر تحنیک کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت ہے، اور تحنیک کا مطلب بچے کے کانوں میں اذان کے بعد منہ میں میٹھی چیز ڈالنا ہے۔ اس کا

مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ بچے کی پیدائش پر کھجور چبا کر نومولود کے منہ میں انگلی کے ساتھ تالو پر لگا دی جائے۔ بچے کے منہ میں انگلی آہستہ سے پھیری جائے اگر کھجور موجود نہ ہو تو کسی میٹھی چیز یعنی شہد، چینی یا جم گھٹی سے تحنیک کر دینا بھی درست ہے، اس کے بارے میں حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ ؎

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے تو آپ ان کے لیے دعائے برکت فرماتے اور ان کی تحنیک کیا کرتے۔ (مسلم)

؎

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب نومولود بچوں کو آپ کی خدمت میں لاتے تو آپ کھجور چبا کر ان کے تالو میں لگا دیتے اور ان کے حق میں برکت کی دعا فرماتے۔ یہی بات ایک اور حدیث پاک میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِيْمَ فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَالَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ اِلَيَّ وَكَانَ اَكْبَرُ وَلَدِ اَبِيْ مُوْسٰى ؎

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ پس آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کے ساتھ اس کی تحنیک فرمائی۔ اس کے لیے برکت کی دعا کی اور مجھے واپس دے دیا۔ یہ حضرت ابوموسیٰ رض کا سب سے بڑا لڑکا تھا۔ (بخاری۔ کتاب العقیقہ)

؎

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ہاں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ابھی

زبیر پیدا ہوئے تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا۔ آپ نے خرما منگوایا اسے چبا کر اپنا لعاب دہن بچہ کے منہ میں ڈالا اور خرما تالو میں ملا۔ نیز برکت کی دعا دی۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جِئْنَا بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَنِّكُهُ فَطَلَبْنَا تَمْرَةً فَعَزَّ عَلَيْنَا طَلَبُهَا ⁂

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے آپ نے ان کو گھٹی دی۔ پھر ہم نے کھجور تلاش کی اور ہم کو اس کی تلاش میں دشواری ہوئی۔

ان احادیث سے نتیجہ نکلا کہ کوئی بزرگ چھوہارا یا کوئی میٹھی چیز اپنے منہ میں چبا کر بچے کے تالو سے لگا دے تاکہ سب سے پہلے بچے کے منہ میں مقبول الٰہی کا لعاب اور شیرینی پہنچے۔ پہلی غذا کا بچہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بزرگان دین پہلا پھیا بزرگوں سے دلواتے ہیں۔ اہل مدینہ خوش نصیب تھے کہ ان کے نومولود بچوں کو پہلے حضورؐ انور کی گود، حضورؐ کی دعا، حضورؐ کا لعاب نصیب ہوتا تھا۔ ہم تو مدینہ کی گلیوں کو ترستے ہیں۔

۵۔ سر منڈوانا اور نام رکھنا

بچے کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے بال مونڈ دیتے چاہئیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی غریبوں اور مسکینوں میں صدقہ کر دینی چاہیئے ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ سر کے بال مونڈنے میں صحت وطب کے لحاظ سے یہ فائدہ ہے کہ بچہ کا سر مونڈنے سے اسے قوت حاصل ہوتی ہے اور سر کے مسامات کھلتے ہیں اور ساتھ ہی اس سے نگاہ اور سماعت اور سونگھنے کی قوت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بچے کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے سے معاشرہ میں باہمی امداد کا جذبہ پیدا ہوگا اور اس سے حاجتمند کی ضرورت پوری ہوگی اور آپس میں تعاون امداد اور رحم کھانے کی فضا پیدا ہوگی۔

سر مونڈنے کے بارے میں روایت یہ ہے:

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وُلِدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَّلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كُنَّا نَذْبَحُ الشَّاةَ يَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنَلْطَخُهُ بِزَعْفَرَانٍ ؛

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ دورِ جاہلیت میں جب کسی کے گھر لڑکا پیدا ہوتا تو بکری ذبح کر کے اس کا خون بچے کے سر پہ لگاتا۔ جب دورِ اسلام آیا تو ہم ساتویں روز بکری ذبح کرتے ہیں، بچہ کا سر مونڈتے ہیں اور اس پر زعفران لگاتے ہیں۔

(ابوداؤد)

امام مالک اپنی کتاب "موطا" میں جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن وحضرت حسین وحضرت زینب وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے سروں کے بال وزن کرا کر اتنی مقدار میں چاندی صدقہ کی۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَّقَالَ يَا فَاطِمَةُ إِحْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً فَوَزَنَاهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ ؛

محمد بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اور فرمایا کہ اے فاطمہ! اس کا سر مونڈ دو اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ پس انھوں نے وزن کیا تو ایک درہم کے برابر یا اس کے حصے کے برابر تھے۔

(ترمذی)

یحییٰ بن بکیر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا سر مونڈنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کا سر مونڈ دیا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر آپ نے چاندی صدقہ

کر دی۔

نام رکھنے کے آداب میں سے پہلا ادب اچھا نام رکھنا ہے، وہ نام جن سے اچھائی اور بھلائی کا اظہار ہوتا ہے وہ اچھے کہلاتے ہیں اور وہ چیزیں جو برائی کا مظہر ہیں اگر ان کے ناموں پر نام رکھیں گے تو وہ برے نام کہلائیں گے اس لیے اسلام میں نام رکھتے وقت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ ایسا نام رکھیں جو اچھائی کا مظہر ہو کیونکہ نام کے اوصاف کا اثر عموماً شخصیت پر پڑتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری امت کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ جب نام رکھو تو اچھے نام رکھو۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَکُمْ ؕ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے روز اپنے اپنے باپ کے نام سے پکارے جاؤگے لہٰذا اپنے اچھے نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

یہ خطاب تمام امتِ مسلمہ کے لیے ہے اس میں باپ از خود شامل ہے بعض روایات میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا اور علماء نے لکھا ہے کہ ماؤں کے نام کے ساتھ پکارنے کی حکمت وعلت ایک تو یہ ہے کہ جو لوگ زنا کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہوں گے وہ اس میں شرمندگی اور رسوائی سے بچ جائیں گے۔ دوسرے حضرت عیسیٰ بن مریم کی رعایت حال مقصود ہو گی جو بے پدر تھے اور تیسرے حسن اور حضرت حسین رضؓ کے اس فضل وشرف کا اظہار مقصود ہوگا جو ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کے ذریعہ حاصل ہے اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ "تم کو تمھارے باپ کے ناموں سے پکارا جائے گا" میں "باپ" کو تغلیب پر حمل کیا جائے جیسا کہ ماں اور باپ دونوں کو

"ابو ین" کہا جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر تو باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا اور کسی موقع پر ماں کے نام کے ساتھ۔ یا بعض لوگوں کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی جائے گی اور بعض لوگوں کی نسبت ان کی ماں کی طرف کی جائے گی اور یا یہ کہ بعض مقامات میں باپ کے نام کے ساتھ اور بعض مقامات میں ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات)

۶۔ بچے کا عقیقہ کرنا

بچے یا بچی کے پیدا ہونے کے شکریے کے طور پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے عقیقہ کہا جاتا ہے۔ عقیقہ کرنے کا حکم ہر بچے کی طرف سے ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى ؂

حضرت سلمان بن ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کے لیے عقیقہ ہے۔ پس اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس کی تکلیف کو دور کرو۔ (بخاری)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ہر بچے کے لیے عقیقہ ہے جو سنت ہے۔ اور بچے کی ولادت کے ساتویں روز کیا جائے گا۔ اس طرح کہ بچے کے بال مونڈ دیے جائیں، بکری ذبح کی جائے، لڑکی کی طرف سے ایک اور لڑکے کی طرف سے دو۔ اسی دن اس کا نام رکھا جائے۔ بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے خیرات کر دی جائے اس کی تکلیف سے مراد سر کے بال ہیں۔ کیونکہ وہ بال ماں کے پیٹ سے ساتھ آتے ہیں۔ آلائش میں لتھڑے ہوتے ہیں۔ اگرچہ دائی غسل دیتے وقت انھیں دھو دیتی ہے مگر ان کا سر سے دور کر دینا اچھا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ گندگی دور کر دینے سے مراد بچہ کا ختنہ کر دینا ہے۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان

ہوئی ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَاْسُهٗ ۔

امام حسن بصریؒ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن رکھا ہوا ہے۔ ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، نام رکھا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

عقیقے میں لڑکے کی جانب سے دو اور لڑکی کی جانب سے ایک جانور ذبح کیا جائے۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ اُمِّ كُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مَكِنَاتِهَا قَالَتْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ وَّلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ اَوْ اِنَاثًا ۔

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دیا کرو۔ نیز ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اور یہ چیز تمھیں تکلیف نہیں دیتی، کہ خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بچہ کی ولادت کے ساتویں دن یہ تین کام کیے جائیں: اس کا نام رکھنا، سر منڈوانا استرے سے۔ اور جانور ذبح کرنا۔ سنت یہی ہے۔ اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو پندرھویں دن یا جب کبھی بھی عقیقہ ہو سکے تو ساتویں دن کا حساب لگایا جائے کہ جب بھی عقیقہ کیا جائے اس کی پیدائش سے ایک دن پہلے کیا جائے۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعرات کو کیا جائے۔ اگر بچپن میں عقیقہ نہ ہو تو جب چاہیں کر سکتے ہیں۔ بڑا ہو کر خود بھی عقیقہ کر سکتا ہے۔

۷۔ بچے کا ختنہ کروانا

بچے کا ختنہ کروانا بھی والدین کی ذمہ داری ہے اس لیے والدین کو موقعہ کی مناسبت سے بچے کا ختنہ کروا دینا چاہیئے۔ مرد کے خاص اور پوشیدہ حصے پر ایک زائد کھال ہوتی ہے جسے ہٹانے کا نام ختنہ ہے۔ اس زائد کھال میں چونکہ میل کچیل اکٹھا ہو جاتا ہے اور اس کے رہنے سے پیشاب کے قطروں سے پوری طرح طہارت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ عورت سے ملاپ میں سرور حاصل نہیں ہوتا۔ ان وجوہات کی بنا پر اسلام میں ختنہ کو رائج کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے ہوا اور اسلام میں بھی اسے ویسے ہی اپنا لیا گیا جیسے کہ اس کا رواج تھا اور اسے مسلمانی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ دراصل مسلم اور غیر مسلم میں امتیاز بھی ہے۔ یہ شعارِ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف سنت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنا ختنہ کیا تو اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ (بخاری شریف)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ ۞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں۔ ایک تو ختنہ کروانا دوسرے زیرِ ناف بالوں کو صاف کرنے کے لیے لوہے (یعنی استرے وغیرہ) کا استعمال کرنا تیسرے لبوں کے بال ترشوانا۔ چوتھے ناخن کٹوانا اور پانچویں بغل کے بال اکھاڑنا۔ (بخاری ومسلم)

-؛-

حضرت ام عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت مدینہ منورہ میں ختنے کیا کرتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھال زیادہ نہ کاٹا کرو کیونکہ یہ عورت کے لیے زیادہ باعثِ لذت ہے اور مرد کو پسند ہے۔ (ابوداؤد شریف)

ختنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب قابل برداشت ہوجائے تو ختنہ کرنے والے کو بلائیں جو آسان طریقے سے جس سے بچے کو تکلیف کم ہو، عضو کی کھال کا اوپر کا حصہ کاٹ دے۔ زخم اچھا ہونے پر بچے کو غسل کرائیں۔

۸۔ بچوں کی پرورش

بچوں کی پرورش کے لیے مال و زر خرچ کرنا اور ان کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنا بھی والدین کے ذمے ہے۔ یعنی بچوں کی کفالت کا تمام تر ذمہ باپ کا ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَنْفِقْ عَلٰی عَیَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ ... فِی اللّٰہِ۔ یعنی اپنے اہل و عیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرو اور مؤدب کرنے کے لیے حسب ضرورت سختی بھی کرو اور انھیں اللہ سے ڈرایا بھی کرو۔ (مسند احمد)

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اِنَّ اِمْرَأَةً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا کَانَ بَطْنِیْ لَهٗ وِعَاءً وَّ ثَدْیِیْ لَهٗ سِقَاءً وَّ حِجْرِیْ لَهٗ حِوَاءً وَّاِنَّ اَبَاهُ طَلَّقَنِیْ وَاَرَادَ اَنْ یَّنْتَزِعَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَالَمْ تَنْکِحِیْ ؎

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ، میرا یہ بیٹا ہے۔ مدتوں میرا پیٹ اس کا برتن رہا اور میری چھاتی اس کی مشک رہی اور میری گود اس کا گہوارہ۔ یعنی میں نے اپنے اس بیٹے کو مدتوں پالا ہے۔ اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ اس کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تو نکاح نہ کرے اس کی پرورش کی تو زیادہ مستحق ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد)

بیٹیوں کی پرورش پر خصوصی توجہ مبذول کراتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِاَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ اِلَيْهِنَّ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ؁

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ شخص جنت میں داخل ہو گا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں بیٹیوں پر خرچ کرنے کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِىَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ ؁

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی بیٹیوں کے ساتھ آزمایا گیا پھر اس نے ان پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے جہنم سے پردہ ہوں گی۔ (ترمذی)

غرضیکہ اولاد کی پرورش کرنا والدین کے فرائض میں سے ہے، بچوں کی پرورش بالغ ہونے تک ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ماں اور باپ میں سے بچے کی تربیت کا حق کس کو ہے۔ شرعاً جب تک میاں بیوی میں ازدواجی رشتہ قائم رہے تب تک ماں چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کرے اور باپ ان کی ضروریات پوری کرے۔

۹۔ حق رضاعت

شیرخوارگی کے زمانے میں بچے کو دودھ پلانا والدین کا ذمہ ہے تاکہ بچہ پرورش پا سکے۔ پیدائش کے بعد بچے کی خوراک دودھ ہے۔ عورت کے دودھ میں جسمانی نشو ونما کے تمام اجزاء موجود ہوتے ہیں اور جو طاقت عورت کے دودھ میں ہوتی ہے وہ بچے کے لیے کسی اور دودھ میں نہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ بچے کی ماں اس کو دودھ پلائے اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر چاہیئے کہ بچے کو دودھ پلانے کا خاطر خواہ بندوبست کیا جائے اس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

تک دودھ پلائیں یہ اس کے لیے ہے جو پوری رضاعت کرنا چاہے اور اس دوران بچے والے پر کھانے اور کپڑے کا خرچہ ہوگا مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالا جائے نہ تو ماں کو تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اس کا ہے اور نہ والد کو بچے کی وجہ سے ضرر پہنچایا جائے اس کا حق مثل وارث کے ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور اگر تم دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہو تو پھر بھی کچھ حرج نہیں۔ جو خرچہ مقرر کیا ہو اسے اچھے انداز میں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرو۔ اور جان لو کہ بیشک جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

(پ۲۔ بقرہ ۲۳۳)

مندرجہ بالا آیت کی رو سے شیر خوارگی کی مدت دو سال ہے۔ اگر بچہ خدانخواستہ ماں اور باپ دونوں سے محروم ہو جائے تو اس کے ورثاء کو دودھ پلانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

اسلام نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ والدہ کے علاوہ دوسری عورت بھی بچہ کو دودھ پلا سکتی ہے اور رضاعی ماں کا درجہ بھی تقریباً حقیقی ماں کے برابر ہے۔ ماں بیماری اور نقاہت کی صورت میں بچے کی عام دودھ سے نشوونما کر سکتی ہے۔ بہرحال مقصد بچے کو معینہ عرصہ تک دودھ پلانا ہے تاکہ اس کی مناسب نشوونما ہو۔

بچے کو ہر دم گود میں نہ لیے رہو بلکہ جب تک وہ بیٹھنے کے قابل نہ ہوں، پلنے میں زیادہ تر سلائے رکھو، اور جب وہ بیٹھنے کے قابل ہوں تو ان کو رفتہ رفتہ مسندوں

اورتکیوں کا سہارا دے کر بٹھانے کی کوشش کرو۔ ہر دم گود میں لیے رہنے سے بچے کمزور ہو جایا کرتے ہیں اور وہ گود میں رہنے کی عادت پڑ جانے سے بہت دیر میں چلنے اور بیٹھتے ہیں۔

١٠۔ کلمہ سکھانا کلمہ طیبہ اسلام اور ایمان کی بنیاد ہے لہٰذا بچہ جب بات چیت کرنے کی عمر تک پہنچ جائے تو اسے سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھایا جائے اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈالی جائے کہ یہ کلمہ توحید اور رسالت کے متعلق ہے تاکہ بچہ بنیادی طور پر توحید اور رسالت سے روشناس ہو جائے۔ اور جوں جوں بچہ ذرا سمجھنے کے لائق ہو جائے تو اسے عقائد کی دوسری باتیں بھی سکھائی جائیں کیونکہ مسلمان بچوں کا اسلامی عقائد سے باخبر ہونا بہت ضروری ہے۔ بچے کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھلانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رح قَالَ وَجَدْتُ فِي كِتَابِ جَدِّي الَّذِي حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ فَعَلِّمُوهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوا مَتَى مَاتُوا وَإِذَا اثْغَرُوا فَمُرُوهُمْ بِالصَّلٰوةِ وَعَنْهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْصَحَ الْغُلَامُ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَّمَهُ هٰذِهِ الْآيَةَ: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کی کتاب میں یہ لکھا ہوا پایا کہ جب تمھاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔ پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو اور جب ان کے دودھ کے دانت گرنے لگیں تو ان کو نماز کا حکم کرو۔ نیز حضرت عمرو بن شعیب رضؓ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا، کہ عبدالمطلب کی اولاد میں جب کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اسے یہ آیت سکھاتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تمھاری اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، جب اس کی زبان چلنے لگے تو اسے کلمہ سکھاؤ. کلمہ طیبہ پورا سکھانا چاہیئے تاکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں بھی معلوم ہو جائے۔ اس کے بارے میں ایک اور روایت یہ ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلُ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ‎۝

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ (حاکم)

۱۱۔ مساویانہ سلوک

اولاد سے ہمیشہ ایک جیسا سلوک کرنا چاہیئے۔ کسی بیٹے یا بیٹی سے ترجیحی رویہ اختیار کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام نے والدین کے لیے یہ بات جائز قرار نہیں دی کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان تفریق کریں۔ بعض لوگ نرینہ اولاد سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور بیٹیوں کو اچھا خیال نہیں کرتے۔ ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں۔ اس لحاظ سے والدین پر یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد میں امتیاز روا نہ رکھیں۔ سب کو ایک جیسا خیال کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے درمیان عدم مساوات کو اچھا نہیں سمجھا۔ اس کے بارے میں آپ کا فرمان مندرجہ ذیل ہے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَتِ امْرَاَةُ بَشِيْرٍ اِنْحَلْ اِبْنِيْ غُلَامَكَ وَاَشْهِدْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَاَلَتْنِيْ اَنْ اَنْحَلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت بشیر کی اہلیہ محترمہ عرض گزار ہوئیں کہ میرے بیٹے کو اپنا غلام دے دیجیئے اور میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا لیجیئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ فلاں کی بیٹی نے مجھے

اُبْنَهَا غُلَامِيْ وَقَالَتْ اَشْهِدْ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَهٗ اِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَكُلُّهُمْ اَعْطَيْتَهُمْ مِثْلَ مَا اَعْطَيْتَهٗ قَالَ لَا ۔ قَالَ فَلَيْسَ يُصْلِحُ هٰذَا وَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ ؎

کہا ہے کہ اپنا غلام اس کے بیٹے کو دے دوں اور کہا ہے کہ میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائیے۔ فرمایا کیا اس کے اور بھائی ہیں؟ عرض کی ہاں! فرمایا کہ جو تم نے اسے دیا کیا سب کو اسی طرح دیے ہیں، عرض گزار ہوئے نہیں۔ فرمایا کہ یہ درست نہیں اور میں حق کے سوا اور بات پر گواہ نہیں بنا کرتا۔

(مسلم)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ غلام دینے کے سلسلے میں ایک بیٹے کے ساتھ ترجیحی سلوک تھا اور دوسرے بھائیوں کو غلام نہ دیے گئے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا درست نہیں بلکہ تمام بھائیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو تو میں گواہ بننے کے لیے تیار ہوں۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ اِبْنِيْ هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلٰى قَالَ فَلَا اِذًا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد ماجد انھیں ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایک غلام دیا ہے؟ عرض کی نہیں فرمایا تو واپس لے لو۔ ایک روایت میں ہے کہ کیا یہ تمھارے لیے باعثِ مسرت ہے کہ تمھارے ساتھ نیکی کرنے میں وہ برابر ہوں؟ عرض گزار ہوئے کیوں نہیں! فرمایا تو پھر ایسا

قَالَ اَعْطَانِیْ اَبِیْ عَطِیَّۃً فَقَالَتْ عَمْرَۃُ بِنْتُ رَوَاحَۃَ لَا اَرْضٰی حَتّٰی تُشْہِدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْطَیْتُ ابْنِیْ مِنْ عَمْرَۃَ بِنْتِ رَوَاحَۃَ عَطِیَّۃً فَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اُشْہِدَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَعْطَیْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ ھٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا بَیْنَ اَوْلَادِكُمْ ۔ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِیَّتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ قَالَ لَا اَشْہَدُ عَلٰی جَوْرٍ ۔

نہ کرو۔ دوسری روایت ہیں حضرت نعمان رضؓ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے مجھے ایک عطیہ دیا۔ حضرت عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنالیا جائے۔ پس وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے کہ میں نے اپنے عمرہ بنت رواحہ والے بیٹے کو ایک عطیہ دیا ہے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کو گواہ بناؤں۔ فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اسی جیسی چیز دی ہے ؟ عرض گزار ہوئے نہیں! فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنا عطیہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ (بخاری)

اولاد کو کچھ دیتے وقت یا سلوک کرتے وقت بھی والدین کو چاہیئے کہ عدل و انصاف کو مدنظر رکھیں۔ اسلام میں چھوٹے بڑے، لڑکے اور لڑکی کے حقوق یکساں ہیں۔ اسلام لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کے مقابلہ میں ترجیحی سلوک کو روا نہیں رکھتا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کا جو حصہ مقرر ہے اسے ادا کرنا ہی ایک جیسا سلوک ہے۔

۱۲۔ شفقت و محبت

اولاد کے ساتھ پیار اور شفقت سے پیش آنا بھی والدین کے فرائض میں سے ہے۔ بچوں کو بچپن میں ماں باپ کی شفقت کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ اس شفقت سے ہی ان میں

بہت سی اخلاقی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں اگر شفقت میسر نہ آئے تو بچوں کی تعمیر سیرت میں کمی رہ جائے گی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ اپنے بچوں کو اچھا جانو اور ان سے پیار سے پیش آؤ۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَبَّلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہما وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِیْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما۔ اقرع ابن حابس بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ عرض کرنے لگے کہ میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری شریف)

اللہ اپنی مخلوق سے بڑا شفیق ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی شفیق ہوں ان کے دل میں نرمی ہو۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنی اولاد سے محبت سے پیش آتا ہوں لہذا تم بھی اپنی اولاد سے محبت کیا کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْیَانَكُمْ؟ فَقَالَ نَعَمْ قَالُوْا لٰكِنَّا وَاللّٰهِ مَا نُقَبِّلُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کچھ اعرابی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے کہنے لگے آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! کہنے لگے لیکن قسم بخدا! ہم نہیں چومتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے رحمت کو

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَاَمْلِکُ اِنْ کَانَ اللّٰہُ نَزَعَ مِنْ قُلُوْبِکُمُ الرَّحْمَۃَ ؎ نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ (مسلم شریف)

اولاد کو چومنے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ان کا دل خوشی سے پھول جاتا ہے اس لیے اولاد کو چومنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّا یَرْحَمِ النَّاسَ لَا یَرْحَمْہُ اللّٰہُ ؎

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔ (بخاری)

اولاد کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ان پر رحم کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ ماں باپ پر رحم کرے۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ الْحَارِثِ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَاُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ ؎

حضرت ابوقتادہ حارث بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور اسے لمبا کرنا چاہتا ہوں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ اس کی ماں کی پریشانی مجھے ناپسند ہے۔ (بخاری)

۱۳۔ طہارت اور نماز کی تعلیم

بچہ یا بچی جب سمجھنے کے قابل ہو جائے تو پاکی اور ناپاکی کی تعلیم دی جائے۔ اسے جسم اور لباس کو پاک رکھنا سکھایا جائے۔ پیشاب کے بعد طہارت یعنی استنجا کا طریقہ بتایا جائے۔ اسے وضو اور غسل کرنا سکھایا جائے۔ نماز یاد کرائی جائے۔ سات سال کی عمر تک ہر صورت میں اسے نماز کی تعلیم دیں۔ پھر عملاً اسے نمازی بنا دیا جائے۔

لہذا یاد رہے کہ ہر مسلمان ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو دین سکھائیں کیونکہ دین سے دنیا اور آخرت سنورتی ہے اس لیے بچوں کو اس تعلیم سے آراستہ کیا جائے جو اس دنیا میں بھی کام آئے اور آخرت میں بھی وہ نجات کا ذریعہ بنے بعض لوگ اپنے بچوں کو دنیوی تعلیم تو بڑی توجہ سے دیتے ہیں لیکن انھیں دین نہیں سکھاتے۔

اولاد سے محبت اور شفقت کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں دین سکھانا بھی اشد ضروری ہے۔ دنیا کی نصابی تعلیم کے ساتھ دین کی باتیں بھی بچوں کے ذہن میں بٹھانی چاہئیں تاکہ جوں جوں بچہ یا بچی جوان ہو تو اس کے ذہن میں اللہ کا دین راسخ ہوتا جائے۔ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انھیں نماز ضرور سکھاؤ۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْٓا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَ هُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَ اضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ اَبْنَآءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ ؁

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے، اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بچوں کو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں نماز کا حکم کرو اور جب ان کی عمر دس سال کی ہو تو انھیں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور جب ان کی عمر بارہ سال ہو جائے تو ان کے بستر علیحدہ کردو۔

(ابوداؤد)

بچہ جب سات سال کا ہو جاتا ہے تو اس میں ایک نئی قوت و طاقت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسری حالت میں ہو جاتا ہے جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے تو مناسب ہوا کہ اسے نماز کا حکم دیا جائے کہ وہ سات برس اور گزرنے پر حد بلوغت کو پہنچ جاتا ہے اور جبکہ وہ عمر کے پہلے ڈھلنے کو پہنچتا ہے تو اس قابل ہو جاتا ہے کہ اسے نماز کی تاکید کی جائے۔ اور

زور دیا جائے اس لیے حکم دیا کہ جب دس سال کی عمر کو پہنچے اور نماز نہ پڑھے، تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ اور اسلامی آداب کی تلقین کرو۔ اسی بنا پہ یہ بھی فرمایا کہ اس عمر میں پہنچ کر بہن بھائیوں کو الگ الگ بستروں میں سلایا جائے کہ یہ حد بلوغ کو پہنچے۔ اور شہوت نفس پیدا ہونے کا وقت اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا امکان ہے۔

سات سال کی عمر ہونے پر بچے کو نماز سکھانے کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یوں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو سات سال کا ہونے پہ نماز کا حکم کرو اور نماز نہ پڑھنے پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بچھونے (بستر ے) الگ الگ کر دو۔ (حاکم)

نماز کی تعلیم کے ساتھ ہی بچہ جب روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے روزہ رکھنے کی بھی تلقین کی جائے تاکہ بچہ شروع ہی سے ان عبادات کے احکام سیکھ لے اور نو عمری ہی سے ان کو ادا کرنے اور ان کے حقوق پورا کرنے کا عادی بن جائے۔ اور اسی طرح اللہ کی اطاعت، اس کے حق کو پورا کرنے، اس کا شکریہ ادا کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے التجا کرنے اور اس کی ذات پر بھروسہ کرنے اور اس پر کامل اعتماد کرنے اور ہر پریشانی اور تکلیف کے وقت اسی کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے حکم پہ گردن جھکانے کا عادی بن جائے۔

۱۴۔ اولاد کو قرآن پاک پڑھانا

اپنی اولاد کو قرآن پاک سکھانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ قرآن پاک مسلمانوں کی مذہبی کتاب ہے اس لیے مسلمان بچوں کا قرآن کو جاننا لازمی ہے تاکہ بڑے ہو کر اولاد کو معلوم ہو کہ کلام الٰہی میں کیا کیا احکامات ہیں۔ اس طرح آسانی سے اطاعتِ الٰہی پر عمل ہو سکے گا۔ احادیث میں علم سیکھنے پر بڑا زور دیا گیا ہے چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ — حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ آلِ بَیْتِہٖ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ۔ فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَائِہٖ وَاَصْفِیَائِہٖ ؀

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت۔ اس لیے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (طبرانی)

قرآن پاک کی تعلیم کو حاصل کرنا بڑا عظیم کام ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَیْرِ اَھْلِہٖ کَمُقَلِّدِ الْخَنَازِیْرِ الْجَوْھَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّھَبَ ؀

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عاقل و بالغ پر فرض ہے اور نا اہل کو پڑھانے والا ایسا ہے جیسا کہ وہ خنزیر کو زر و جواہر کے ہار پہنا دے۔ (ابن ماجہ)

یعنی ہر عاقل بالغ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن کا علم حاصل کرے۔

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ ؀

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا۔ (بخاری)

بچوں کو قرآن پڑھانا اللہ کے نزدیک انتہائی قربت والا عمل ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ ٥

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کتاب ہدایت قرآن کریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے اور بعض اقوام اس پر (عدم تعمیل کی وجہ سے) زوال پذیر ہوتی ہیں۔ (مسلم)

یعنی جو قرآن پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں تو انھیں دنیا میں عروج مل جاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَلْقُرْاٰنُ یُحَاجُّ الْعِبَادَ لَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ وَالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِیْ اَلَا مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَہُ اللّٰہُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَہُ اللّٰہُ ٭

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تین چیزیں ایسی ہیں جو قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی: قرآن کریم جو اپنی وجہ سے بندوں سے حجت کرے گا اور قرآن کی ظاہری اور باطنی حیثیات ہیں۔ دوسری امانت، تیسری صلہ رحمی۔ امانت ندا کرے گی جس نے مجھے ملایا (یعنی ادا کیا) اللہ تعالیٰ اس کو ملائے اور جس نے مجھے قطع کیا (امانت نہ دی) اللہ تعالیٰ اس کو قطع کرے (شرح السنۃ)

٭

یعنی قرآن پاک کے علم کو بڑی توجہ سے حاصل کرنا چاہیئے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن کریم کی تلاوت کر اور اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح تو دنیا میں پڑھتا تھا

فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَاُھَا ۝ اور تیری منزل وہ ہوگی جہاں تک کہ تو آخری آیت تلاوت کرے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد نسائی)

اخلاقی تربیت

ہر ماں باپ کو یہ جان لینا چاہیئے کہ بچپن میں جو اچھی یا بری عادتیں بچوں میں پختہ ہو جاتی ہیں وہ عمر بھر نہیں چھوٹتی ہیں اس لیے ماں باپ کو لازم ہے کہ بچوں کو بچپن ہی میں اچھی عادتیں سکھائیں اور بری عادتوں سے بچائیں۔ جو لوگ یہ کہہ کر کہ ابھی بچہ ہے، بڑا ہوگا تو ٹھیک ہو جائے گا، بچوں کو شرارتوں اور غلط عادتوں سے نہیں روکتے وہ لوگ درحقیقت بچوں کے مستقبل کو خراب کرتے ہیں اور بڑے ہوتے کے بعد بچوں کے برے اخلاق اور گندی عادتوں پر روتے اور ماتم کرتے ہیں اس لیے نہایت ضروری ہے کہ بچپن ہی میں اگر بچوں کی کوئی شرارت یا بری عادت دیکھیں تو اس پر روک ٹوک کرتے رہیں بلکہ سختی کے ساتھ ڈانٹتے پھٹکارتے رہیں اور طرح طرح سے بری عادتوں کی برائیوں کو بچے کے سامنے ظاہر کر کے بچوں کو ان خراب عادتوں سے نفرت دلاتے رہیں اور بچوں کی خوبیوں اور اچھی اچھی عادتوں پر خوب خوب شاباش کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کریں بلکہ کچھ انعام دے کر ان کا حوصلہ بلند کریں۔

اس سے قبل بچوں کے حقوق کے بیان میں بچوں کے لیے بہت سی مفید باتیں ہم لکھ چکے ہیں۔ اب اس سے کچھ زائد باتیں بھی ہم لکھتے ہیں۔ ماں باپ پر لازم ہے کہ ان باتوں کا خاص طور پر دھیان رکھیں تاکہ بچوں اور بچیوں کا مستقبل روشن اور شاندار بن جائے۔

خراب لڑکوں اور لڑکیوں کی صحبت سے اور ان کے ساتھ کھیلنے سے بچوں کو روکیں اور کھیل تماشوں کے دیکھنے سے، ناچ گانے، سینما، تھیٹر وغیرہ لغویات سے بچوں اور بچیوں کو خاص طور پر بچائیں۔ بچوں کو اسلامی آداب و اخلاق اور دین و مذہب کی باتیں سکھائیں، اچھی باتوں کی رغبت اور بری باتوں سے نفرت دلائیں۔

اگر بچہ کہیں سے کسی کی کوئی چیز اٹھا لائے اگرچہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو اس پر سب گھر والے خفا ہو جائیں اور سب گھر والے بچے کو چور چور کہہ کر شرم دلائیں اور بچے کو مجبور کریں کہ وہ فوراً اس چیز کو جہاں سے وہ لایا ہے اسی جگہ اس کو رکھ آئے پھر چوری سے نفرت دلانے کے لیے اس کا ہاتھ دھلائیں اور کان پکڑ کر اس سے توبہ کرائیں تاکہ بچوں کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح جم جائے کہ پرائی چیز لینا چوری ہے اور چوری بہت ہی برا کام ہے۔

غصہ کرنا اور بات بات پر روٹھ کر منہ پھلانا، بہت زیادہ اور بہت زور سے ہنسنا، خواہ مخواہ بہن بھائیوں سے لڑنا جھگڑنا، چغلی کرنا، گالی بکنا، ان حرکتوں پر لڑکوں اور خاص کر لڑکیوں کو بہت زیادہ تنبیہ کرو۔ ان بری عادتوں کا پڑ جانا عمر بھر کے لیے رسوائی کا سامان ہے۔ چلا کر بولنے اور جواب دینے سے ہمیشہ بچوں کو روکو خاص کر بچیوں کو تو خوب ڈانٹ پھٹکار کرو۔ ورنہ بڑی ہونے کے بعد بھی یہی عادت پڑی رہے گی تو میکے اور سسرال دونوں جگہ سب کی نظروں میں ذلیل و خوار بنی رہے گی اور منہ پھٹ اور بدتمیز کہلائے گی۔ بچے غصہ میں اگر کوئی چیز توڑیں پھوڑیں یا کسی کو مار بیٹھیں تو بہت زیادہ ڈانٹو بلکہ مناسب سزا دو تاکہ بچے پھر ایسا نہ کریں۔ اس موقع پر لاڈ پیار نہ کرو۔

بچوں کو بچپن ہی سے اس بات کی عادت ڈالو کہ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کریں۔ وہ اپنا بچھونا خود اپنے ہاتھ سے بچھائیں اور صبح کو خود اپنے ہاتھ سے اپنا بستر لپیٹ کر اس کی جگہ پر رکھیں۔ اپنے کپڑوں اور اپنے زیوروں کو خود سنبھال کر رکھیں لڑکیوں کو برتن دھونے اور کھانے پکانے، گھروں اور سامانوں کی صفائی ستھرائی اور سجاوٹ، کپڑا دھونے، کپڑا رنگنے، سینے پرونے کا سب کام ماں کو لازم ہے کہ بچپن ہی سے سکھانا شروع کر دے اور لڑکیوں کو محنت مشقت اٹھانے کی عادت پڑ جائے اس بات کی کوشش کرنی چاہیے۔ بچوں اور بچیوں کو کھانے، پہننے اور لوگوں سے ملنے ملانے اور محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھانا

ماں باپ کے لیے ضروری ہے

بچوں سے کوئی نہ کوئی محنت کا کام لیا کرو۔ مثلاً لڑکوں کے لیے لازم ہے کہ وہ کچھ دور دوڑ لیا کریں اور لڑکیاں چرخہ چلائیں یا چکی پیس لیں تاکہ ان کی صحت ٹھیک رہے۔

بچوں کے سامنے زیادہ کھانے کی برائی بیان کرتے رہو اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنے سے بھی بچوں کو نفرت دلاتے رہو۔ مثلاً یوں کہا کرو کہ جو زیادہ کھاتا ہے وہ جنگلی اور بدھو ہوتا ہے اور ہر وقت کھاتے پیتے رہنا یہ بندروں کی عادت ہے۔

بچوں کی ہر ضد پوری مت کرو کہ اس سے بچوں کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور وہ ضدی ہو جاتے ہیں اور یہ عادت عمر بھر نہیں چھوٹتی۔

لڑکوں اور لڑکیوں کو ضرور کوئی ایسا ہنر سکھا دو جس سے ضرورت کے وقت وہ کچھ کما کر بسر اوقات کر سکیں۔ مثلاً سلائی کا طریقہ یا موزہ بنیان اور سوئیٹر بننا یا رسی بٹنا، یا چرخہ کاتنا۔ خبردار خبردار! ان ہنر کی باتوں کو سکھانے میں شرم اور عار محسوس نہ کرو۔ لڑکیوں کو لباس اور زیور سے آراستہ اور بناؤ سنگار کے ساتھ رکھیں تاکہ لوگ رغبت کے ساتھ نکاح کا پیغام دیں۔ ہاں اس کا خیال رکھیں کہ وہ زیورات پہن کر باہر نہ نکلیں کہ چوروں اور ڈاکوؤں سے جان کا خطرہ ہے۔ بچیوں کو بالاخانوں پر نہ رہنے دیں کہ اس میں بے حیائی کا خطرہ ہے۔

بچے اور بچیاں کوئی کام چھپ چھپا کر کریں تو ان کی روک ٹوک کرو کہ یہ اچھی عادت نہیں۔ بعض عورتیں اپنے بچوں کو مٹھائی کثرت سے کھلایا کرتی ہیں یہ سخت مضر ہے مٹھائی کھانے سے دانت خراب اور معدہ کمزور ہو جاتا ہے اور بکثرت صفراوی بیماریاں اور پھوڑے پھنسی کا روگ بچوں کو لگ جاتا ہے۔ مٹھائیوں کی جگہ گلوکوز کے بسکٹ بچوں کے لیے اچھی غذا ہے، نیا میوہ، نیا پھل پہلے بچوں کو کھلائیں پھر خود کھائیں کہ بچے بھی تازہ پھل کھائیں، بچوں کو نیا پھل دینا اچھا ہے۔

اولاد کی شادی کرنا

والدین کا فرض ہے کہ جب بچے جوان ہو جائیں تو ان کی شادی کر دیں لیکن شادی میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا ضروری ہے کیونکہ اسلام میں زبردستی نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ اسی طرح کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے دریافت نہ کیا جائے۔ غرض کہ اسلام نے شادی میں مرد اور عورت کا حق ایک جیسا رکھا ہے لیکن لڑکے کے لیے مزید بالادستی یہ رکھی ہے کہ اگر وہ لڑکی کو ایک نظر دیکھ بھی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں بچہ پیدا ہو وہ اسے اچھا نام دے اس کی تربیت کرے جب بالغ ہو جائے اس کی شادی کرے۔ اگر بالغ ہوتے پر اس کی شادی نہ کی اور وہ گناہ میں پڑ گیا تو اس گناہ میں اس کا باپ بھی شریک ہوگا۔ (بیہقی)

اسی طرح لڑکی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب لڑکی بارہ برس کی ہو جائے (عرب میں یہ بلوغت کی عمر تھی) اور اس کے والدین شادی نہ کریں تو اب اگر اس لڑکی سے کوئی گناہ ہو گیا تو اس گناہ کی ذمہ داری باپ اور ماں کی ہوگی۔ (بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) جب بچہ ایک ہفتہ کا ہو جائے تو اس کا عقیقہ کرو اور نام رکھو اور اسے پاک کرو۔

(۲) چھ سال کا ہو جائے تو اسے آداب کی تعلیم دو۔

(۳) نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کر دو۔

(۴) تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے سزا دو (مارو پیٹو)
(۵) سولہ سال کا ہو جائے تو اس کی شادی کر دو۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہو کہ
لو بیٹا! میں نے تجھے (پالا پوسا) ادب و تہذیب سے آراستہ کیا۔ جن چیزوں
کی تعلیم لازمی تھی وہ تجھے دلوائی اور اب تیرا نکاح بھی کر دیا۔ پس اب اس دنیا
میں تیرے فتنہ سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا
ہوں۔

خاوند کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فوقیت اور فضیلت دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد عورت سے پیدائشی طور پر قوی ہے۔ زیادہ ذہنی قوت کا مالک ہے۔ عورت کی نسبت زیادہ انتظامی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو محنت و مشقت میں ڈال کر مال کما کر عورت پر خرچ کرتا ہے۔ ان خوبیوں کی بنا پر مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمائی ہے۔

(۱) وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط

مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ (البقرہ: ۲۲۸)

(۲) اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝

مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔ پس نیک فرمانبردار عورتیں، خاوند کی عدم موجودگی میں اپنی حفاظت اور نگہداشت رکھنے والیاں ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انھیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انھیں مار کی سزا دو۔ پھر اگر وہ تمھارے حکم میں آجائیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بڑا بلند اور بڑی بڑائی والا ہے۔ (النساء: ۳۴)

اس آیت میں مرد کی فضیلت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرد اپنی کمائی سے عورت کی ہر لحاظ سے کفالت کرتا ہے اور اس پر بے دریغ اپنی دولت خرچ کرتا ہے اسے بیرونی طاقتوں کے ظلم و ستم سے بچاتا ہے اس لیے اسے برتری حاصل ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ٥

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (الحجرات: ۱۳)

عورتیں دراصل انسانی جنس ہی سے پیدا کی گئی ہیں اور مردوں کی دلجوئی کے لیے بنائی گئی ہیں تاکہ مردوں کو ان سے محبت اور سکون حاصل ہو۔

اطاعتِ خاوند

اچھی بیوی وہ ہوتی ہے جو خاوند کی فرمانبردار ہو۔ زندگی کے معاملات میں بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کا ہر جائز کہنا مانے۔ عورت نے گھریلو طور پر بیشمار امور سرانجام دینے ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق خاوند کی معاشی حثیت سے ہوتا ہے۔ اگر عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہیں کرے گی بلکہ اپنی ناجائز باتیں خاوند سے منوائے گی تو گھر کا نظام درہم برہم ہوتا رہے گا اس لیے شریعت نے بنیادی طور پر عورت کے فرائض میں جو بات شامل کی ہے وہ خاوند کی فرمانبرداری ہے۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یہ ہیں:

(۱) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔ مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر

تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ ۞

کوئی بھلائی حاصل نہیں کی۔ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرتی ہے۔ اس کی طرف دیکھے تو خوش کرتی ہے اگر اس پر قسم ڈالے تو پورا کر دیتی ہے اور اگر وہ غائب ہو تو جان و مال میں اس کی خیر خواہی کرتی ہے۔

(ابن ماجہ)

اسلامی شریعت کے ضوابط کے مطابق خاوند کی اطاعت کرنا بیوی کا اولین فریضہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ أَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اُعْبُدُوا اللهَ رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوْا أَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ اٰمُرُ أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلٰى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے تو ایک اونٹ نے حاضر بارگاہ ہو کر آپ کو سجدہ کیا۔ آپ کے اصحاب رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے لیے چارپائے اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں لہٰذا ہمارا زیادہ حق ہے کہ آپ کے لیے سجدہ کریں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمھارا رب ہے اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ دوسرے کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ اگر وہ اسے حکم دے کہ زرد پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف لے جائے تو اس کے

اِلٰی جَبَلٍ اَبْیَضَ کَانَ یَنْبَغِیْ لَھَا اَنْ تَفْعَلَہٗ ؞ اسے مناسب یہی ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل کرے۔ (احمد)

اس حدیث میں بیوی کو اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ بیوی کو ہر حال میں خاوند کی اطاعت کرنی چاہیئے۔

عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا اَمَرَ اِمْرَاَۃً اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَحْمَرَ اِلٰی جَبَلٍ اَسْوَدَ وَ مِنْ جَبَلٍ اَسْوَدَ اِلٰی جَبَلٍ اَحْمَرَ لَکَانَ نَوْلُھَا اَنْ تَفْعَلَ ؞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے اگر مرد اس بات کا حکم دے کہ اس سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک اور سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ تک پتھر اٹھا کر لے جائے تو اس پر اس کی تعمیل واجب ہو گی۔ (ابن ماجہ)

مشقت طلب کاموں میں بھی عورت کے لیے لازم ہے کہ اپنے خاوند کے حکم کی تعمیل کرے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَھَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَھَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَتْ ؞

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت جب پانچوں نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ اور اپنے شوہر کا حکم مانے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے اندر داخل ہو جائے۔ (ابو نعیم۔ حلیہ)

شوہر کا حکم ماننا ان نیک اعمال میں سے ہے جن کی بنا پر عورت کو جنت

مل سکتی ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا تَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ: اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوَالِيْهِ فَيَضَعَ يَدَهٗ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَالْمَرْاَةُ السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ ؞

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی نیکی اوپر اٹھتی ہے۔ فرار ہونے والا غلام یہاں تک کہ اپنے مالکوں کی طرف واپس لوٹے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ رکھے۔ وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ نشے والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔

(بیہقی۔ شعب الایمان)

اللہ کی بارگاہ میں عورت کی نماز کی قبولیت کے لیے یہ بات کہی گئی ہے کہ اس کی نماز اس وقت قبول ہوگی جبکہ اس کا خاوند اس سے راضی ہوگا۔

حقِ زوجیّت

مرد کی نفسانی خواہشات کو پورا کرنا عورت کا فرض ہے یعنی بیوی خاوند کی خواہش کے مطابق اس کا حقِ زوجیت ادا کرے اور دلی طور پر اپنے خاوند سے محبت رکھے کیونکہ بیوی کی محبت ہی باقی تمام حقوق کی ادائیگی کا سبب بنتی ہے اگر عورت کے دل میں اپنے مرد کے لیے محبت نہ ہو تو پھر مرد کی زندگی تلخ ہو جائے گی جس سے زندگی کی رعنائی اور سکون ختم ہو جائے گا اس لیے میاں بیوی میں محبت کا ہونا ضروری ہے۔

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهٗ لِحَاجَتِهٖ فَلْتَاْتِهٖ وَاِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ ؞

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شوہر اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بلائے تو عورت کو اس کا حکم ماننا چاہیے ... اگرچہ وہ کھانا پکانے میں مشغول ہو۔ (ترمذی)

میاں بیوی کا آپس میں جو تعلق ہے وہ بڑا پرکشش ہے۔ آپس میں ان کی جو طبعی خواہش ہوتی ہے وہ کسی اور سے پوری نہیں ہو سکتی اس لیے دونوں کے لیے ضروری ہے کہ جب ان میں سے کسی کو طبعی خواہش ہو تو دوسرا اس کی ضرورت کو بڑی وسعت قلبی کے ساتھ پورا کر دے۔ اگر میاں بیوی آپس میں بشری تقاضوں کو پورا نہ کریں گے تو ایک دوسرے پر بڑی زیادتی ہو گی مگر اس میں مرد کو عورت پر کچھ فضیلت دی گئی ہے کہ مرد جب عورت کو اپنے مقصد کے لیے طلب کرے تو اسے خدمت کے لیے حاضر ہو جانا چاہیئے۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ یَدْعُوْا امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهَا فَتَاْبٰی عَلَیْهِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَیْهَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْهَا ؛

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جس شوہر کی بیوی اس کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے اس عورت سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب عورت اپنے خاوند کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے جب تک کہ وہ اس سے راضی نہ ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور فرمان میں بتایا گیا ہے کہ فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو تو

فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ؛

صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ نے مرد کو اتنا بلند مقام دیا ہے کہ عورت کو ہر طرح سے پابند کیا گیا ہے کہ وہ مرد کی اطاعت کرے اگر وہ شوہر کے بلانے پر نہ جائے اور اس کا مرد اس سے ناراض رہے تو رات بھر فرشتے اس عورت پر شوہر کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے لعنت کرتے ہیں۔ یہ عورت کی کتنی بدنصیبی ہے کہ فرشتے اس پر لعنت کا اظہار کریں۔

خاوند کی عزت و احترام

بیوی کے لیے لازم ہے کہ گھریلو ماحول میں، بات چیت میں، رہن سہن میں، خاوند کے ساتھ ازدواجی تعلقات میں خاوند کے ادب اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھے اور گھر میں اس کے آرام کا خیال رکھے۔ کمائی کے سلسلے میں مرد کا تھک جانا جسم کا فطری تقاضا ہے اس لیے دن کے کاروبار سے خاوند جب گھر واپس آئے تو عورت کو چاہیے کہ اپنی ہر طرح کی مصروفیات ترک کرکے اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کی دلجوئی کرے۔ گھر میں جس چیز کی اسے ضرورت ہو وہ فوراً مہیا کرے۔ اگر کھانے کی اسے ضرورت ہو تو اس کے آنے کے وقت تک کھانا تیار کرکے رکھے یعنی ہر طرح سے اس کے سکون کا انتظام کرے۔ ایسی بیوی انتہائی نیک ہوگی اور اللہ کی بارگاہ میں بےحد مقبول ہوگی۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ؛

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حالت میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی (ابن ماجہ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عورت اپنے خاوند کو راضی رکھے تاکہ اس کا دین

اور دنیا سنور جائے۔ جس عورت نے تمام عمر اپنے خاوند کو خوش رکھا ہوگا جب وہ اس دنیا سے جائے گی تو اس کا بدلہ جنت ہوگا لہذا مرد کا راضی ہونا عورت کے لیے بڑی چیز ہے۔ کیونکہ عورت مرد کے لیے بنائی گئی ہے۔ عورت جہاں دوسرے نیک کام کرتی ہے انکے ساتھ اسے مرد کی خوشنودی کو بھی شامل کرلینا چاہیئے۔

مرد کی فرمانبرداری کا تقاضا یہی ہے کہ شریعت کی حدود میں رہ کر اس کا کہا مانا جائے اگر عورت کی سوچ شریعت کے اس بنیادی اصول کے خلاف ہوگی یعنی وہ ہر وقت یہی توقع کرے کہ خاوند ہی اس کے لیے سب کچھ کرے اور حقوق کی آڑ میں خاوند کو زیر رکھے تو اس سے اللہ اور اس کا رسولؐ ناراض ہوگا اور آخرت میں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا کیونکہ قیامت کے دن جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہی ہوگی کہ زندگی میں وہ اپنے خاوندوں کو تنگ کرتی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ عورت کو خاوند کے ساتھ اور مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ ادب واحترام سے رہنے کی سوچ عطا فرمائے۔

حفاظتِ گھرانہ واولاد

مرد کا اپنی بیوی پر ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرے۔ شادی کے بعد میاں بیوی نے ایک نیا گھرانہ آباد کرنا ہوتا ہے۔ خاوند کا کام ہے کہ وہ کما کر لائے اور بیوی کا فرض ہے کہ اس مال کو سلیقے سے خرچ کرنے کے بعد جو مال بچے اس کی حفاظت کرے اس میں خیانت نہ کرے۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی مندرجہ ذیل ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَّنْ اُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَّلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَّزَوْجَةٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس کو دی گئیں تو اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی مرحمت فرمائی گئی۔ شکر کرنے والا دل۔ ذکر کرنے والی زبان۔ تکلیفوں میں صبر کرنے والا بدن۔ اور ایسی بیوی جو اپنی جان، اور

لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ ۔
خاوند کے مال میں خیانت نہ کرنے والی بیوی
(بیہقی۔ شعب الایمان)

اس حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اس میں کبھی بھی خیانت نہ کرے۔ گھر کا تمام مال چونکہ مرد کی کمائی سے بنتا ہے اس لیے اس میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ نہ دے اگر خاوند سے پوشیدہ طور پر عورت گھر کی چیزیں اپنے رشتہ داروں کو دے گی تو وہ خیانت کی مرتکب ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے عورت کو سختی سے منع فرمایا ہے۔

خاوند کا کام کمانا اور گھر میں لانا ہے وہ ہر وقت گھر میں نہیں بیٹھ سکتا۔ لامحالہ عورت کی تحویل میں مال چھوڑنا پڑے گا۔ اب یہ عورت کی دینداری اور سمجھداری ہے کہ اخراجات میں شوہر کی ہمدردی کرے۔ امانتداری کے ساتھ اپنے اوپر اور شوہر کی اولاد پر اور اس کے ماں باپ پر خرچ کرے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَ تُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا فِيْ مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کونسی عورت بہتر ہے؟ فرمایا کہ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو خوش کر دے جب حکم دے تو تعمیل کرے اور جان و مال میں اس کے خلاف نہ کرے جو اسے ناپسند ہو (نسائی شریف)

بیوی پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ خاوند کے مال کو ضائع نہ کرے بلکہ اس کی حفاظت کرے۔ فرمانِ نبوی ہے "عورت کے لیے حلال نہیں کہ خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے۔ ہاں ایسا کھانا کھا سکتی ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ اگر بیوی خاوند کی رضامندی سے کھائے گی تو اسے خاوند کے برابر

ثواب ملے گا ورنہ خاوند کی اجازت کے بغیر کچھ کھائے گی تو خاوند کو اجر ملے گا، بیوی پر گناہ ہوگا۔ اس لیے والدین کا فرض ہے کہ وہ لڑکی کی بہترین تربیت کریں اسے ایسی تعلیم دیں جس سے وہ عمدہ رہن سہن اور خاوند سے بہتر برتاؤ کے آداب سیکھ جائے۔

گھر کی نگہبانی میں یہ امر بھی شامل ہے کہ بیوی امور خانہ داری میں دلچسپی لے اور اس سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رض اور حضرت فاطمۃ الزہرا رض کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَیْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِهٖ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی عفیفہ عورتیں بہتر ہیں کہ وہ بچوں پر ان کی کمسنی میں بہت مہربان اور خاوند کے مال کی خوب نگران ہوتی ہیں۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت میں دو خوبیوں کا ہونا لازم ہے یعنی عورت اپنی اولاد پر شفقت کرنے والی ہو، اس کی پرورش اور تربیت میں پوری محنت سے فرائض سر انجام دینے والی ہو۔ اولاد کو پالنے سے اکتانے والی نہ ہو۔ اور مصائب پر ناشکری کرنے والی نہ ہو۔ اور خاوند کا مال بڑے طریقے سلیقے سے خرچ کرنے والی ہو۔

چاہت و وفاداری

منکوحہ عورت میں خاوند کے لیے محبت کا جذبہ ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ میاں بیوی میں اگر محبت ہوگی تو دونوں کی زندگی بڑی خوشگوار گزرے گی مگر زندگی میں کبھی تنگی وعسرت آ بھی جائے تو محبت کی بنا پر بڑی آسانی سے گزر جائے گی۔ اگر عورت کے دل میں خاوند کی محبت بیٹھ جائے تو وہ ہر طرح کی تکلیف بڑی خوشی کے ساتھ برداشت کر لیتی ہے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو ترغیب دی ہے کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بعد میں تمھاری طرف مائل ہو جائے۔

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ ۞

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمھاری وجہ سے دوسری امتوں پر غالب آنے والا ہوں۔ (ابوداؤد)

-۞-

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ایسی عورت سے شادی کی جائے جس میں بیک وقت دو خوبیاں موجود ہوں۔ یعنی ایک تو وہ خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور دوسرے یہ کہ اس میں کثیر بچے جننے کا وصف موجود ہو۔ اگر کسی عورت میں ایک وصف موجود ہے لیکن دوسرا نہیں تو اس صورت میں نکاح کرنے کا مقصد پوری طرح حاصل نہ ہو سکے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے یہ کیسے پتہ چلے کہ نکاح میں آنے والی عورت میں کیا دونوں وصف موجود ہیں کہ نہیں۔ تو اس کے لیے یہ طریقہ ہے کہ جب رشتہ دیکھا جائے تو لڑکی کے رشتہ داروں سے ان دونوں باتوں کے بارے میں معلوم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کسی خاندان اور کنبہ کا عام مشاہدہ اس کی کسی عورت کے لیے ان صفتوں کا معیار بن سکتا ہے۔ چنانچہ ان اکثر لڑکیوں میں یہ صفات موجود ہوتی ہیں جن کے خاندان اور قرابتداروں میں ان صفات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر چونکہ اقربا کے طبعی اوصاف ایک دوسرے میں سرایت کیے ہوئے ہوتے ہیں اور عادت و مزاج میں کسی خاندان و کنبہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ یکسانیت رکھتا ہے اس لیے کسی خاندان کی لڑکی کے بارے میں اس کے خاندان کے عام مشاہدہ کے پیش نظر ان اوصاف کا اندازہ لگا لینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا کل متاع، پونجی اور فائدہ ہے لیکن اس میں سب سے بڑھ کر جو متاع اور پونجی ہے وہ نیک سیرت عورت ہے۔ (نسائی شریف)

معاملات میں تعاون

پورا گھر عورت کی زیر نگرانی ہوتا ہے اس کے نظام کو چلانے کے لیے اسے خاوند سے تعاون کرنا چاہیئے

اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک یہ ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْاَمِيْرُ رَاعٍ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ٭

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے زیر نگرانی کے متعلق سوال ہوگا۔ امیر حاکم ہے آدمی اپنے گھر کا ذمہ دار ہے، عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے۔ پس ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے متعلق پوچھا جائے گا

(بخاری)

عورت کو چاہیئے کہ سسرال میں جا کر اپنے میکے والوں کی بہت زیادہ تعریف اور بڑائی نہ بیان کرتی رہے۔ کیونکہ اس سے سسرال والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری بہو ہم لوگوں کو بے قدر سمجھتی ہے اور ہمارے گھر والوں اور گھر کے ماحول کی توہین کرتی ہے۔ اس لیے سسرال والے بھڑک کر بہو کی بے قدری اور اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

گھر کے اندر ساس نندیں یا جٹھانی اور دیورانی یا کوئی دوسری عورتیں آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہی ہوں تو عورت کو چاہیئے کہ ایسے وقت میں ان کے قریب نہ جائے اور نہ یہ جستجو کرے کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہی ہیں اور بلاوجہ یہ بدگمانی بھی نہ

کہے کہ کچھ میرے ہی متعلق باتیں کر رہی ہوں گی کہ اس سے خواہ مخواہ دل میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے فساد ہونے کا سبب بن جایا کرتا ہے۔

عورت کو یہ بھی چاہیئے کہ سسرال میں اگر ساس یا نندوں کو کوئی کام کرتے دیکھے تو جھٹ پٹ اٹھ کر خود بھی کام کرنے لگے اس سے ساس نندوں کے دل میں یہ اثر پیدا ہو گا کہ اپنا غمگسار اور رفیقِ کار بلکہ اپنا مددگار سمجھنے لگیں گی جس سے خود بخود ساس نندوں کے دل میں ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہو جائے گی خصوصاً ساس خسر اور نندوں کی بیماری کے وقت عورت کو بڑھ چڑھ کر خدمت اور تیمارداری میں حصہ لینا چاہیئے کہ ایسی باتوں سے ساس، خسر اور نندوں بلکہ شوہر کے دل میں عورت کی طرف سے جذبہ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور عورت سارے گھر کی نظروں میں وفادار اور خدمت گزار سمجھی جانے لگتی ہے اور عورت کی نیکنامی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

عورت کو اگر سسرال میں کوئی تکلیف ہو یا کوئی بات ناگوار گزرے تو عورت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز میکے میں آ کر چغلی نہ کھائے کیونکہ سسرال کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی شکایت میکے میں آ کر کرنا، یہ بہت ہی خراب اور بُری عادت ہے۔ سسرال والوں کو عورت کی اس حرکت سے بیحد تکلیف پہنچتی ہے یہاں تک کہ دونوں گھروں میں بگاڑ اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ عورت شوہر کی نظروں میں بھی قابلِ نفرت ہو جاتی ہے اور پھر میاں بیوی کی زندگی لڑائی جھگڑوں سے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

اپنے خاوند سے محبت رکھنے کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اپنے خاوند کے سامنے کسی دوسری عورت کی خوبیاں بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَۃُ الْمَرْأَۃَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے سامنے کسی دوسری

فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّہٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا ۔ | کی خوبیاں اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اسے سامنے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری)

اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ ایک حسین ترین عورت ایک ایسے مرد کی شریکۂ زندگی تھی جو انتہائی بدصورت اور تنگدست تھا۔ میں نے اس عورت کے سامنے بھی اظہارِ حیرت کیا اور پوچھا کہ کیا تم اس جیسے شخص کی بیوی بننے پر خوش ہو۔ اس نیک عورت نے مجھے ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور کہنے لگی میں تو یہ سمجھتی تھی کہ اس شخص نے کوئی نیک کام کیا تھا جس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی بیوی ہونے کی توفیق سے دیا۔ اور اللہ نے مجھ پر یہ بہت بڑا کرم فرمایا اور یہ کہ ہماری رفاقت میں اللہ کی مرضی شامل ہے۔ بھلا جو چیز اللہ نے میرے لیے پسند فرمائی ہے میں اس پر راضی کیوں نہ رہوں۔ (احیاء العلوم)

عصمت کی پاسداری

بیوی پر خاوند کا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ خاوند کے لیے اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ | نیک بخت عورتیں، فرمانبردار اور خاوند کی عدم موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ جس طرح اللہ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے

(پ ۵۔ نساء: ۳۴)

پارسا اور نیک بیوی کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ خاوند کے لیے اپنی عصمت کی حفاظت کرے یعنی نکاح کے بعد اپنی ذات کو کبھی بھی کسی مرد کے حوالے نہ کرے کیونکہ عورت کی ذات مرد کی امانت ہے اس لیے عورت کا فرض بنتا ہے کہ کسی بھی بدکاری کا نہ سوچے اس کے بارے میں فرمانِ نبوی ؐ ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب

اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ۔	عورت اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے رمضان کے روزے رکھے اور اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ ( )

یہ حدیث اگرچہ پہلے فرمانبرداری کے عنوان میں درج ہو چکی ہے لیکن اسے دوبارہ یہاں اس لیے درج کیا گیا کہ اس حدیث میں عورت کو حفاظتِ عزت و عصمت کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ عورت کی شرمگاہ اس کے پاس مرد کی امانت ہے۔ شادی کے بعد عورت مرد کے لیے ہو جاتی ہے لہذا اپنی شرمگاہ کو مرد کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرنا عورت کا بنیادی فریضہ ہے۔ اس کی حفاظت کے بارے میں مزید فرمانِ نبوی یہ ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ الْجُشَمِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَقُوْلُ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ	حضرت عمرو بن احوص جشمیؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقع پر سنا آپؐ نے حمد و ثنا کے بعد وعظ و نصیحت کی۔ پھر فرمایا سنو عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ وہ بیشک تمھاری قید میں ہیں۔ تم اس (جماع) کے سوا ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔ البتہ یہ کہ وہ واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے بستر الگ کر دو اور انھیں بے ضرر مار مارو۔ اگر وہ تمھاری بات مان جائیں تو ان کے خلاف راستہ تلاش نہ کرو۔ سنو! بیشک تمھاری عورتوں پر تمھارے کچھ حقوق ہیں

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اَلَا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَآئِكُمْ حَقًّا وَلِنِسَآئِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَحَقُّكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَحَقُّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِيْ كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ۔

ان پر تمھارا حق یہ ہے کہ وہ تمھارے ناپسندیدہ افراد کو تمھارے بستر نہ روندنے دیں اور انھیں تمھارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اور سنو! تمھارے ذمہ ان کا حق یہ ہے کہ تم ان کے لیے اچھا لباس اور اچھا کھانا مہیا کرو۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جنت میں داخل کرے گی۔ وہ اللہ کا تقویٰ اور خوش خلقی ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کیا چیز لوگوں کو کثرت سے جہنم میں داخل کرے گی وہ دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ ہیں۔ (ترمذی)

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَتِ الْمُؤْمِنٰتُ اِذَا هَاجَرْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْتَحَنَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ الخ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ اس آیت کی بنا پر ان کا امتحان لیتے تھے (ترجمہ: اے نبیؐ! جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں اور آپ سے اس پہ بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی، نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی الخ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتوں میں سے جو عورت ان باتوں کا اقرار کر لیتی اس کا امتحان منعقد

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْنَ قَدْ بَايَعْتُكُنَّ وَلَا وَاللّٰهِ مَامَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ يُبَايِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ مَا أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النِّسَاءِ قَطُّ إِلَّا بِمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا مَسَّتْ كَفُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَّ امْرَأَةٍ قَطُّ وَكَانَ يَقُوْلُ لَهُنَّ إِذَا أَخَذَ عَلَيْهِنَّ قَدْ بَايَعْتُكُنَّ كَلَامًا ؛

ہو جاتا اور جب وہ ان باتوں کا اقرار کرلیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے جاؤ میں تمھیں بیعت کر چکا ہوں۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔ ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زبان سے بیعت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انھی باتوں کا عہد لیا، جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کبھی کسی عورت کی ہتھیلی سے مس نہیں ہوئی۔ آپ جب کبھی ان سے بیعت لیتے تو زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت لی۔

(مسلم شریف)

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ إِلَى الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ وَحَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور کالے رخساروں والی عورت قیامت میں ایسے ہوں گے اور یزید بن زریع نے درمیانی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا یعنی وہ جاہ و جمال والی عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے اپنے نفس کو یتیم بچوں کی وجہ سے روکے رکھا یہاں تک کہ

يَتَمَاسَّا حَتّٰى يَاتُوْا اَوْ وہ جدا ہو گئے یا مر گئے
يَمُوْتُوْا ؎ (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں چار چیزیں ایسی ہیں جس کو یہ چیزیں مل گئیں تو سمجھ لو کہ دین اور دنیا کی بھلائی اور راحت مل گئی (۱) شکر گزار دل (۲) ذاکر زبان (۳) صابر بدن (۴) نیک بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں کوئی گناہ نہیں کرتی۔ (طبرانی)

خرچ میں کفایت شعاری

عورت کو چاہیے کہ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگے بلکہ جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کے ساتھ اپنا گھر سمجھ کر ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے اگر کوئی زیور یا کپڑا یا سامان پسند آجائے اور شوہر کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اس کو لا سکے، تو ہرگز ہرگز کبھی شوہر سے اس کی فرمائش نہ کرے اور اپنی پسند کی چیزیں نہ ملنے پر ہرگز کبھی کوئی شکوہ شکایت نہ کرے۔ نہ غصہ سے منہ پھلائے نہ طعنہ مارے نہ افسوس ظاہر کرے بلکہ بہترین طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کسی چیز کی فرمائش ہی نہ کرے کیونکہ بار بار کی فرمائشوں سے عورت کا وزن شوہر کی نگاہ میں گھٹ جاتا ہے۔ ہاں اگر شوہر خود پوچھے کہ میں تمہارے لیے کیا لاؤں تو عورت کو چاہیے کہ شوہر کی مالی حیثیت دیکھ کر اپنی پسند کی چیز طلب کرے اور جب شوہر چیز لائے تو وہ پسند آئے یا نہ آئے مگر عورت کو یہی چاہیے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کرے ایسا کرنے سے شوہر کا دل بڑھ جائے گا اور اس کا حوصلہ بلند ہو جائے گا اور اگر عورت نے شوہر کی لائی ہوئی چیز کو ٹھکرا دیا اور اس میں عیب نکالا یا اس کو حقیر سمجھا تو اس سے شوہر کا دل ٹوٹ جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شوہر کے دل میں بیوی کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آگے چل کر لڑائی جھگڑے کا بازار گرم ہو جائے گا اور میاں بیوی کی شادمانی اور مسرت کی زندگی خاک میں مل جائے گی۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَۃُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَ لِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَ لِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا ؀

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی خاتون اپنے گھر کے مال سے جائز طریقہ سے خرچ کرتی ہے اور فضول خرچی نہیں کرتی تو اس کو خرچ کرنے کے مطابق اجر ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ملتا ہے۔ اور اس مال کو جمع کرنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کی وجہ سے کسی کا اجر کم نہیں ہوتا (بخاری)

ہر بیوی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور گھر کے اخراجات کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھے اور گھر کا خرچ اس طرح چلائے کہ عزت وآبرو سے زندگی بسر ہوتی رہے۔ اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو ہرگز ہرگز شوہر پر بیجا فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے اس لیے کہ اگر عورت نے شوہر کو مجبور کیا اور شوہر نے بیوی کی محبت میں قرض کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا اور خدانہ کرے کہ اس قرض کا ادا کرنا دشوار ہوگیا تو گھریلو زندگی میں پریشانیوں کا سامنا ہو جائے گا اور میاں بیوی کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔ اس لیے ہر عورت کو لازم ہے کہ صبر و قناعت کے ساتھ جو بھی ملے خدا کا شکر ادا کرے اور شوہر کی جتنی آمدنی ہو اسی کے مطابق خرچ کرے اور گھر کے اخراجات کو آمدنی سے ہرگز نہ بڑھنے دے۔

عورت کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ اگر شوہر غریب ہو اور گھریلو کام کاج کے لیے نوکرانی رکھنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے گھر کا کام کاج خود کر لیا کرے اس میں ہرگز نہ عورت کی کوئی ذلت ہے نہ شرم۔ بخاری شریف کی بہت سی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی

معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کیا کرتی تھیں۔ کنویں سے پانی بھر کر اور اپنی مقدس پیٹھ پر مشک لاد کر پانی لایا کرتی تھیں۔ خود ہی چکی چلا کر آٹا بھی پیس لیتی تھیں اس وجہ سے ان کے مبارک ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ اِمْرَاَۃٌ شَیْئًا مِّنْ بَیْتِ زَوْجِھَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِھَا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِکَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ لوگوں نے سوال کیا یارسول اللہ! کیا وہ کھانا بھی نہ دے؟ تو آپ نے فرمایا یہ تو ہمارے اموال کی بہترین چیز ہے۔ (ترمذی)

عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی آمدنی اور خرچ کا حساب نہ لیا کرے کیونکہ شوہروں کے خرچ پر عورتوں کے روک ٹوک لگانے سے عموماً شوہر کو چڑ پیدا ہوتی ہے اور شوہروں پر غیرت سوار ہو جاتی ہے کہ میری بیوی مجھ پر حکومت جتاتی ہے۔ اور میری آمدنی خرچ کا مجھ سے حساب طلب کرتی ہے اس چڑ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ میاں بیوی کے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کو چاہیئے کہ اپنے شوہر کے کہیں آنے جانے پر روک ٹوک نہ کرے نہ شوہر کے چال چلن پر شبہ اور بدگمانی کرے کہ اس سے میاں بیوی کے تعلقات میں فساد و خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا بَایَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ قَامَتْ اِمْرَاَۃٌ جَلِیْلَۃٌ کَاَنَّھَا مِنْ نِّسَاءِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے بیعت لی تو اس وقت ایک بلند قامت خاتون نے جو غالباً قبیلہ مضر سے معلوم ہوتی تھیں، عرض کیا

مُضَرَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّا كَلٌّ عَلَى أَبْنَائِنَا وَآبَائِنَا وَأَزْوَاجِنَا فَمَا يَحِلُّ لَنَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ قَالَ الرَّطْبُ تَأْكُلْنَهُ وَتُهْدِينَهُ ؛	یا نبی اللہ! ہم اپنے والدین، بیٹوں اور شوہروں کے دست نگر ہیں۔ ہمارے لیے ان کے مالوں میں سے کیا (خرچ کرنا) حلال ہے؟ آپؐ نے فرمایا جلد خراب ہو جانے والی غذا۔ تم اس کو کھاؤ بھی اور ہدیہ بھی دو۔ (ابوداؤد)
عن أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ ؛	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت مرد کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرے تو آدھا اجر عورت کو ملتا ہے۔ ( )

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد سے پوچھے بغیر بھی عورت اس کی کمائی سے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کر سکتی ہے البتہ یہ اس وقت ہے کہ جب عورت کو یہ علم ہو کہ مرد عورت کے اس تصرف پر ناراض نہیں ہوگا۔

بیوی کے حقوق

اسلام نے عورت کو چادر اور چار دیواری کے اندر احترام کا خاص مقام عطا کیا ہے اور ہر لحاظ سے اس کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں تاکہ اس کی کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ عورت چونکہ پیدائشی لحاظ سے صنفِ نازک ہے اس لیے اس کی دل جوئی اور اس کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس سے عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہیئے ارشاد ربانی ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقوں سے زندگی بسر کرو۔ پھر اگر تم ان سے نفرت کرو تو شاید تمھیں کوئی چیز پسند نہ آئے اور اللہ نے اس میں بہت بھلائی رکھی ہو۔ (نساء: ۱۹)

اس فرمانِ خداوندی میں یہی تاکید کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو کیونکہ میاں بیوی خانگی زندگی میں جب ایک دوسرے کے ساتھ اچھے طریقے سے رہیں گے تو لامحالہ دونوں کو راحت، مسرت اور سکون حاصل ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے مردوں اور عورتوں کے بارے میں جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں واضح طور پر اسی بات پر زور دیا گیا ہے کہ آپس میں پیار اور محبت سے رہو۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی پر زندہ کریں گے اور ضرور انھیں ان کا اجر دیں گے جو ان کے

أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥ سب سے بہتر کام کے لائق ہوں۔ (پ ۱۴۔ نحل: ۹۷)

یہاں بتایا گیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، جب وہ نیک کام کریں گے تو اس کا ہم بہتر اجر دیں گے۔ مرد کو عورت کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنا زندگی کے صالح اعمال میں سے ہے اس لیے مرد کو چاہیے کہ احسن طریقے سے عورت کے حقوق ادا کرے

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ٥ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمھارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں واسطے ان لوگوں کے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔ (پ ۲۱۔ روم: ۲۱)

اللہ کے اس فرمان میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ میاں بیوی آپس میں صلح، امن دلی محبت اور یک جہتی کے ساتھ رہیں اور آپس کے تعلقات میں ایک دوسرے کے لیے فیاضانہ رویہ اختیار رکھیں۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

فَاَمْسِکُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّ لَا تُمْسِکُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ تو ان کو بھلائی کے ساتھ روک رکھو۔ یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو۔ اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ (پ ۲۔ بقرہ: ۲۳۱)

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر میاں بیوی سلوک اتفاق سے اپنی زندگی نہ گزار سکتے ہوں تو پھر بھی خاوند کو چاہیے کہ احسن طریقے سے نیکی کے ساتھ یا تو بیوی کو روک لے یا اسے علیحدہ کر دے۔ غرضیکہ بیوی کے ساتھ ہر وقت بھلائی کرنے کا درس

دیا گیا ہے۔ بیوی کے حقوق کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

حُسنِ سلوک مردوں کو چاہیئے کہ اپنی عورتوں سے حُسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خانہ کے ساتھ ہمیشہ بہت عمدہ سلوک کیا بلکہ آپ کا حسنِ خُلق تو بے مثل ہے اور اُمت کے لیے مشعلِ راہ ہے عموماً بیوی کی صلاحیت کسی نہ کسی لحاظ سے مرد سے کمزور ہوتی ہے اس کے باعث بیوی سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ — وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔ (النساء: ۲۱)

سورہ بقرہ میں خاوند بیوی کے تعلق کو انتہائی بلیغ الفاظ میں اس طرح سمویا گیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ — عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔ (بقرہ: ۱۸۷)

انسانی عظمت حسنِ اخلاق میں ہے کیونکہ اچھائی اور نیکی اخلاق ہی سے پہچانی جاتی ہے اس لیے اسلام میں دوسروں کے ساتھ حسنِ اخلاق کے ساتھ پیش آنے پر بہت زور دیا گیا ہے اس لیے بیوی سے ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے اور نیکی روزِ قیامت کو کام آنے والی ہے۔ بیوی بچوں سے حسنِ سلوک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّ اَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ ۝ — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق اچھا ہے اور اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔ (ترمذی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے حق میں خوش اخلاق اور مہربان ہوں لہذا بیوی پر شفقت کا رویہ رکھنا کمالِ ایمان کی دلیل ہے۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا ہو اور میں تم سے بہترین ہوں اپنے گھر والوں کے لیے اور جب تمھارا ساتھی فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو

(ترمذی۔ دارمی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے نزدیک تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے خدمتگاروں اور ماتحتوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرتا ہے کیونکہ اس کا بھلائی اور اچھا سلوک کرنا اس کی خوش اخلاقی و خوش مزاجی پر دلالت کرتا ہے۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو اخلاق میں ان میں سے اچھا ہے اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ (ترمذی)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ مومنین میں کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے

جو ان میں بہت زیادہ خوش اخلاق ہو (یعنی پوری مخلوقِ خدا کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے) اور تم میں بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے (کیونکہ عورتیں اپنے عجز و انکساری اور کمزوری کی بنا پر زیادہ مہربانی اور مروت کی مستحق ہیں) پس مردوں کو چاہیئے کہ وہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔ ان کی کم عقلی کے پیش نظر عفو و درگزر سے کام لے اور اگر کسی بات پر ان سے تکلیف اور رنجش پہنچے تو اس سے ناراضگی کا اظہار نہ کرے۔

نان نفقہ کا بندوبست

بیوی کا یہ حق ہے کہ خاوند اس کے اخراجات کا بندوبست کرے۔ شریعت میں بیوی کے خرچے کو نفقہ کہا جاتا ہے۔ نکاح کے بعد مرد کو یہ احساس ہو جانا چاہیئے کہ عورت نے اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر اس کے ساتھ زندگی بھر رہنے کا جو عہد کر لیا تو اب اس کی ضروریات بھی اسی کے ذریعے سے پوری ہوتی ہیں کیونکہ شادی کی وجہ سے عورت مرد کی شریکِ زندگی بن جاتی ہے تو پھر وہ مرد کے کھاتے پیتے میں بھی برابر کی ساجھی بن جاتی ہے اس لیے عورت کے تمام اخراجات کا بندوبست کرنا خاوند کا فرض بن جاتا ہے اس کے بارے میں حضورؐ کا فرمان یہ ہے:

عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعٰوِيَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ الْمَرْاَةِ عَلَى الزَّوْجِ، قَالَ اَنْ يُّطْعِمَهَا اِذَا طَعِمَ وَاَنْ يَّكْسُوْهَا اِذَا اكْتَسٰى وَلَا يَضْرِبُ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحُ وَلَا يَهْجُرُ اِلَّا فِى الْبَيْتِ ۞

حضرت حکیم بن معاویہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جیسا خود کھائے ویسا اسے کھلائے جیسا خود پہنے ویسا اسے پہنائے اور اس کے منہ پر نہ مارے اور اس کو بُرا نہ کہے اور گھر کے علاوہ کہیں تنہا نہ چھوڑے۔

(ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حیثیت کا کھانا مرد خود کھاتا ہو اور جس حیثیت کا لباس وہ خود پہنتا ہو اور جیسی رہائش میں وہ خود رہتا ہو اس حیثیت کا اپنی بیوی کو کھلائے پلائے اور پہنائے۔ اگر خاوند صاحب حیثیت ہو تو اسے بیوی پر خرچ کرنے میں نہ کنجوسی کرنی چاہیئے اور نہ ہی حد سے زیادہ خرچ کرنا چاہیئے کیونکہ فضول خرچہ اسراف میں شامل ہے بلکہ اعتدال کے طریقے پر چلنا چاہیئے۔ بیوی خاوند کی رضامندی سے اگرچہ اپنے ماں باپ کے گھر ہی کیوں نہ رہتی ہو اس کا خرچہ پھر بھی خاوند کے ذمے ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی عورت کے نفقہ میں فراخی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز غنی کر دے گا اور بہشت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی رفاقت عنایت فرمائے گا۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخراجات کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ بیویوں پر خرچ ہونے والا مال بھی راہِ خدا میں خرچ کیے جانے والے مال کی طرح اجر و ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ نفقہ کی فراخی رکھے عورت کو نہ بھوکا مارے اور نہ تنگ کرے۔

حضرت امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں کہ بیوی بچوں کا فکر کرنا اور ان کے راحت و آرام کے لیے جدوجہد کرنا راہِ خدا میں جہاد کرنے کے برابر ہے۔ حلال رزق کے لیے جدوجہد کرنا اور دین کی طرف رہنمائی کی کوشش کرنا ہر شوہر پر فرض ہے۔ (احیاء العلوم، ج ۲)

مرد اپنی زندگی میں جتنے بھی اخراجات کرتا ہے ان سب میں سے بیوی اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کا اجر سب سے زیادہ ہے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ ۔

ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔ ایک دینار وہ ہے جسے تم غلام پر خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جسے تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جسے تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جسے تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو (مسلم)

اللہ کی راہ میں دینے سے پہلے اپنے اہل وعیال کے اخراجات کو پورا کرنا شرعاً ضروری ہے۔ ایسی خیرات کا کوئی فائدہ نہیں جس سے بیوی کے خرچہ کو تو پس پشت ڈال دیا جائے اور دوسرے لوگوں کو اللہ کی راہ دے دیا جائے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے اخراجات پورے کرو اگر اس سے بچے تو پھر دوسروں کو دے سکتے ہو۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَكَ مَالٌ غَيْرُهُ؟ قَالَ لَا۔ قَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عذرہ کے ایک شخص نے ایک غلام کو مدبر کیا (یعنی یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی۔ رسول اللہ نے اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس کے علاوہ بھی مال ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ حضرت نعیم بن عبداللہؓ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا اور وہ درہم لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ ؏

پیش کر دیے۔ آپ نے وہ دراہم اس غلام کے مالک کو دیے اور فرمایا پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو۔ پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ پھر اگر اپنے اہل وعیال سے کچھ بچے تو قرابتداروں پر، اور اگر قرابتداروں سے کچھ بچ جائے تو ادھر اُدھر، اپنے سامنے، اور اپنے دائیں اور بائیں۔ (مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے گا پس وہ صدقہ ہے۔ اللہ کے ہاں سے اسے اس کا اجر ملے گا اور یقیناً وہ ایک غازی کا ثواب پائے گا (بیہقی)

بقدر ضرورت خاوند کے مال سے عورت کے لیے کھا لینا جائز ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ ابْنَتُ عُتْبَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالَنَا قَالَ لَا إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ ؏

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (حضرت ابوسفیان کی بیوی) ہندہ آئیں اور کہنے لگیں، ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں۔ اگر میں ان کے مال میں سے کچھ رقم لے کر انھیں بتائے بغیر بچوں پر خرچ کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اگر دستور کے مطابق مال لے کر خرچ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (بخاری)

عادلانہ طرز عمل دو یا اس سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں مرد پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان عدل وانصاف کو مدنظر رکھے ان کے کھانے پینے اور رہائش اور دیگر ضروریات میں برابری کا سلوک اور

برتاؤ کرے اگر ان کو ماہانہ جیب خرچ دیتا ہو تو ہر بیوی کو یکساں خرچہ دینا چاہیئے اگر کوئی شخص اپنی بیویوں کے درمیان یکساں سلوک نہ کرے گا تو قیامت کے روز اسے سزا ملے گی کیونکہ ایک سے زائد بیویاں ہوتے ہوئے ایک طرف زیادہ میلان نامناسب ہے ۔ اس کے متعلق حضورؐ کا فرمان یہ ہے :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اِمْرَاَتَانِ یَمِیْلُ مَعَ اَحَدِھِمَا عَلَی الْاُخْرٰی جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَحَدُ شِقَّیْہِ سَاقِطٌ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث پاک میں ایک سے زائد بیویوں میں برابری اور عدل نہ کرنے کی بنا پر جو سزا ملے گی اس کا ذکر ہے یعنی بیویوں میں انصاف نہ کرنے والا قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط ہوگا۔ لہذا یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ بیویوں کے نان نفقہ اور دیگر معاملات میں ہر طرح سے عادلانہ طرز عمل ہو تاکہ کسی بیوی کو فرق یا امتیاز کی شکایت کا موقع نہ ملے ۔

اسی طرح ہر بیوی کے پاس رات گزارنے میں بھی برابری کا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنی ہر ایک کے پاس باری سے رات گزاری جائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں نو ازواج مطہرات تھیں اور آپؐ نے ان کے پاس جانے کے لیے باری مقرر کر رکھی تھی تاکہ ہر ایک سے یکساں سلوک ہو ۔ اس کے بارے میں حدیث پاک یہ ہے :

عَنْ عَائِشَۃَ ؓ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ بَیْنَ نِسَائِہٖ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس باری

فَیَعْدِلُ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا فِعْلِیْ فِیْمَا اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ ؕ

باری قیام پذیر ہوتے۔ پھر ارشاد فرماتے یا اللہ میرا یہ کام ہے جس میں میں اختیار رکھتا ہوں لہٰذا تو مجھے اس کام میں نہ پکڑ جس کا تو مالک ہے اور میرے اختیار میں نہیں۔

(نسائی شریف)

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضؓ میں ازدواجی تعلقات میں یکساں سلوک فرماتے تھے اسی طرح آپ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے، کہ ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں ان کے پاس باری باری جاؤ تاکہ کسی کے حقِ زوجیت میں کمی نہ ہو۔

اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَۃَ مَیْمُوْنَۃَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ھٰذِہٖ زَوْجَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَھَا فَلَا تُزَعْزِعُوْھَا وَلَا تُزَلْزِلُوْھَا وَارْفُقُوْا فَاِنَّہٗ کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ کَانَ یَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا یَقْسِمُ لِوَاحِدَۃٍ۔

حضرت عطا کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ سرف کے مقام پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے پر حاضر ہوئے حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضؓ ہیں، جب آپ حضرات ان کے جنازے کو اٹھائیں تو انھیں ہلانے جُلانے سے پرہیز کرنا اور جنازہ لے کر آہستہ آہستہ چلنا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات رضؓ بحیات تھیں جن میں سے آٹھ کی باریاں مقرر تھیں اور ایک حضرت سودہ رضؓ) کی باری مقرر نہ تھی۔ (کیونکہ انھوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رضؓ کو دے دی تھی۔)

(بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ میں عدل و

انصاف کرنے کا وصف بہت نمایاں ہے۔

زیادتی سے اجتناب

عورت چونکہ فطرتاً ضدی الطبع ہے اکثر معاملات پر عورتیں اپنے خاوندوں سے سخت رویہ اختیار کر جاتی ہیں جس سے گھر کا سکون خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں کے بارے میں نیکی کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اس لیے اپنی بیوی سے ہمیشہ اچھا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِیْ جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ؕ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کر لو اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔

(بخاری شریف)

عورت کو معاشرے میں جو بلند مقام حاصل ہوا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ عورت کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان یہ ہے۔

عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم

اَلَا عَسٰى اَحَدُكُمْ اَنْ يَّضْرِبَ اِمْرَاَتَهٗ ضَرْبَ الْاَمَةِ اَلَا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ ؕ

میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارے گا۔ سنو تم میں سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے نرم رویہ اختیار کرتا ہو۔ (بزاز)

اس حدیث کے مطابق اچھے خاوند کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی سے نرم رویہ اختیار کرتا ہو۔ اس لیے ہمیشہ بیوی کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا ہی بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے مردوں میں سب سے بہتر مرد وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اسی طرح مہربانی سے پیش آئے جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ۔ ایسے مرد کے لیے ہر دن اور رات میں صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے سو آدمیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

تفریح و دلجوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑی بے تکلف زندگی گزارتے تھے اور ان کے مزاج کا لحاظ رکھتے ہوئے دنیوی معاملات کو بخوبی سرانجام دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خوشی اور ناخوشی جس طرح پہچانتے تھے اس کے بارے میں روایت یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم جانتے ہیں جب تم ہم سے راضی ہوتی ہو اور جب ہم سے ناراض ہوتی ہو۔ میں نے عرض کیا آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا جب تم ہم سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو، مجھے رب محمد مصطفیٰ ﷺ کی قسم! اور جب ہم سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ایسے نہیں ہے حضرت

غَضْبٰی قُلْتُ لَا وَ رَبِّ اِبْرَاهِیْمَ — ابراہیمؑ کے رب کی قسم! میں نے عرض کیا ہاں
قَالَ قُلْتُ اَجَلْ وَ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ — خدا کی قسم یا رسول اللہؐ! میں صرف آپ کا
اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ — نام ہی ترک کرتی ہوں ۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیوی کو کبھی خفگی آجائے تو بڑی خوش اسلوبی سے اسے راضی کر لینا چاہیئے۔ مقصد یہ ہے کہ بیوی پر ہر وقت رعب ہی رعب نہ ڈالا جائے بلکہ نرمی بھی اختیار کرنی چاہیئے۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ مَعَ — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — ہے کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
فِیْ سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ — وسلم کے ساتھ تھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے
فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَیَّ فَلَمَّا — آپؐ کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں آپ سے آگے
حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ — نکل گئی ۔ جب میرا جسم بھاری ہو گیا اور دوڑ
فَسَبَقَنِیْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ — لگائی تو آپؐ مجھ سے آگے نکل گئے اور فرمایا
السَّبْقَةِ ؛ — یہ تمھاری پہلی سبقت کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد)

یہ حدیث اپنی بیویوں کے ساتھ حضورؐ کے حسنِ معاشرت کی ایک مثال ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ اپنی ازواج کے ساتھ ایک پُرمسرت اور خوشگوار زندگی بسر کرتے تھے اور اپنی بیویوں کے حق میں انتہائی مہربان اور ہنس مکھ تھے نیز اس روایت میں امت کے لیے بھی یہ سبق ہے کہ اپنی عائلی زندگی میں آپ کے اس حسنِ معاشرت کی پیروی کی جائے اور اپنی بیویوں کے ساتھ ہنسی خوشی اور باہمی پیار و محبت کے ساتھ رہا جائے۔

حفاظتِ رازداری

عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کی بستر کی راز والی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَمَانَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلَی امْرَاَتِہٖ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا۔	حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز بہت بڑی امانت ہے دوسری روایت میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز مرتبے کے لحاظ سے وہ آدمی بہت برا ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور وہ اس کے پاس آئے پھر اس کا راز فاش کرے (مسلم)

اسلام نے میاں بیوی کے باہمی تعلقات کو پردہ داری میں رکھنے کی تعلیم دی ہے اس لیے جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے تو اس کیفیت کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ جو شخص اس پردہ کو قائم رکھے وہ بہت اچھا انسان شمار کیا جائے گا۔ اور جو شخص عورت کی اس رازداری کو فاش کرے تو وہ اللہ کی نظر میں بہت برا انسان ہے۔ اس لیے خاوند کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی رازداری کو قائم رکھے۔ کسی کے پوشیدہ عیب کو چھپانے میں بہت درجہ ہے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰی عَوْرَۃً فَسَتَرَھَا کَانَ کَمَنْ اَحْیٰی مَوْءُوْدَۃً۔	حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کا پوشیدہ عیب دیکھ لیا پھر اسے چھپایا تو یہ ایسا ہے گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔ (ترمذی)

عیب پوشی مردہ کو زندہ کرنے کے مترادف ہے اس لیے شوہر کو بیوی کی، اور بیوی کو خاوند کی ہمیشہ عیب پوشی کرنی چاہیئے اور عیب کو دور کر لینا اس سے

زیادہ بہتر ہے۔

ممانعت بدگمانی عورت کو حق حاصل ہے کہ خاوند بلا تصدیق و ثبوت اس پر بدگمانی کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی تہمت لگائے۔ اس سلسلے میں ہمیشہ سمجھ اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ بعض مرد بڑے شکی مزاج ہوتے ہیں اکثر اوقات بے بنیاد باتوں کی بنا پر اپنی بیوی پر بدگمانی کرنے لگتے ہیں جس سے بیوی کے دل میں نفرت کے جذبات پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق آپؐ نے ایک عورت پر بدگمانی کرنے والے شخص کو ایک قوی دلیل کے ذریعے سمجھایا کہ تمھاری عورت نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِیْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنِّیْ اَنْكَرْتُهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا ۔ قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰى تُرٰى ذٰلِكَ جَآءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهٗ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهٗ فِی الْاِنْتِفَاءِ مِنْهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری بیوی نے کالا لڑکا جنا ہے اور میں نے اس کا انکار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تمھارے پاس اونٹ ہیں عرض کی ہاں! فرمایا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ عرض گزار ہوا کہ سرخ۔ فرمایا کہ کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے۔ فرمایا کہ یہ رنگ کہاں سے آیا عرض کی کہ کسی رگ نے اسے کھینچا ہوگا۔ فرمایا تو لڑکے کو بھی کسی رگ نے کھینچا ہوگا۔ اور آپ نے اسے بچے سے انکار کرنے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی۔

(بخاری)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بیوی پر بغیر دلیل اور قوی ثبوت کے بدگمانی

نہیں کرنی چاہیئے۔ اعرابی نے بچے کو کمزور اور کالا دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ یہ بچہ میرا نہیں اور بیوی پر تہمت کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوی دلیل کے ذریعے اسے بتایا کہ انکار نہ کرو یہ بچہ تمھارا ہی ہے اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ جب تک قوی دلیلیں نہ پائی جائیں بچے کو حرامی قرار نہ دیا جائے، اس کے بارے میں ایک اور روایت یہ ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ قَالَ إِنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَيَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عویمر عجلانی عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ! اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے پاس کسی کو پاکر قتل کر دے تو آپ اسے قتل کر دیں گے۔ لہذا وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے اور بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے۔ جاؤ اسے لے آؤ۔ حضرت سہل رض کا بیان ہے کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب دونوں فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر رض نے کہا یا رسول اللہ! اگر میں اسے رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ بولا تھا، لہذا اسے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھتے رہنا اگر لڑکا سیاہ رنگ، بڑی آنکھوں والا، موٹے سرینوں والا اور موٹی پنڈلیوں والا ہو تو میں یہی گمان کروں گا کہ عویمر رض نے عورت کے متعلق سچ کہا۔ اور

السَّاقَيْنِ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اُحَيْمِرَ كَاَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا اَحْسِبُ عُوَيْمِرًا اِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ اِلٰى اُمِّهٖ ۔

اگر وہ وحرہ (بامنی) کی طرح سرخ رنگ کا ہو تو میرے خیال میں عویمر نے عورت پر جھوٹا الزام لگایا۔ پس وہ بچہ اسی طرح کا پیدا ہوا جو اس کا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا جس سے حضرت عویمرؓ کی تصدیق ہوگئی اور بعد میں وہ لڑکا اس کی ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔

(مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ بیوی پر جب بھی کسی برائی کا الزام لگایا جائے تو اس کا ثبوت تمہارے پاس ہونا چاہیئے لہٰذا بدگمانی کی بنا پر تہمت نہیں لگانی چاہیئے۔ بدگمانی کے باعث گھر تباہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ مرد کو چاہیئے کہ اپنی عورت کے سامنے کسی دوسری عورت کے حسن و جمال یا اس کی خوبیوں کا ذکر نہ کرے ورنہ بیوی کو فوراً ہی بدگمانی اور یہ شبہ ہو جائے گا کہ شاید میرے شوہر کا اس عورت سے کوئی سانٹھ گانٹھ ہے یا کم سے کم قلبی لگاؤ ہے اور یہ خیال عورت کے دل کا ایک ایسا کانٹا ہے کہ عورت کو ایک لمحہ کے لیے بھی صبر و قرار نصیب نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ جس طرح کوئی شوہر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے مرد سے ساز باز ہو۔ اسی طرح کوئی عورت بھی ہرگز ہرگز اس بات کی تاب نہیں لا سکتی کہ اس کے شوہر کا کسی دوسری عورت سے تعلق ہو بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اس معاملہ میں عورت کے جذبات مرد کے جذبات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں لہٰذا اس معاملہ میں شوہر کو لازم ہے کہ بہت احتیاط رکھے ورنہ بدگمانیوں کا طوفان میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ و برباد کر دے گا۔

وصولیِ مہر کا حق

مہر اس معاوضے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے موقع پر شوہر کی طرف سے عورت کے لیے حقوقِ زوجیت کی بنا پر مقرر کیا جاتا ہے۔ مہر نکاح کی ضروری شرائط میں سے ہے یعنی اگر کوئی شخص نکاح کے وقت یہ نیت کر لے کہ مہر نہیں دیا جائے گا تو اس کا نکاح صحیح ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جن عورتوں سے تم نکاح کرو ان کے مقرر شدہ مہر ان کو ادا کر دو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات رضؓ کا مہر مقرر کیا اس لیے حضورؐ کی اتباع میں مہر مقرر کرنا سنت ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے مہر کی کسی خاص مقدار کو معین کر کے واجب قرار نہیں دیا اور نہ اس کی زیادہ سے زیادہ کوئی حد مقرر کی گئی ہے بلکہ اسے خاوند کی حیثیت اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے۔ یعنی جو شخص جس قدر مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو اسی قدر مقرر کرے البتہ شریعت میں کم از کم مقدار مقرر کی گئی ہے تاکہ اس سے کم مقرر نہ کیا جائے۔ اس کے بارے میں احادیث مندرجہ ذیل ہیں :

عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهٗ لِاَزْوَاجِهٖ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ اُوْقِيَّةً وَّنَشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِيْ مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ ۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتنا مہر دیا کرتے تھے فرمایا کہ آپؐ کا اپنی ازواجِ مطہرات رضؓ کے لیے مہر بارہ اوقیہ اور نش ہوتا تھا۔ فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ نش کیا ہے ؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ نصف اوقیہ۔ پس یہ پانچ سو درہم ہو گئے۔ (مسلم شریف)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضؓ سے نکاح فرمایا

صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامُ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا ۞

اور ان کا مہر اسلام تھا۔ حضرت ام سلیم رض حضرت ابو طلحہ رض سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ بعد ازاں حضرت ابو طلحہ رض نے حضرت ام سلیم رض کو پیغام بھیجا۔ ام سلیم رض نے جواب دیا کہ میں تو مسلمان ہو چکی ہوں اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گی۔ تو بعد ازاں حضرت ابو طلحہ رض مسلمان ہوئے اور ان کا مہر اسلام قرار پایا۔ (نسائی)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ عَلَى صَدَاقٍ أَوْ حِبَاءٍ أَوْ عِدَّةٍ قَبْلَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لَهَا وَمَا كَانَ بَعْدَ عِصْمَةِ النِّكَاحِ فَهُوَ لِمَنْ أَعْطَاهُ وَأَحَقُّ مَا أُكْرِمَ عَلَيْهِ الرَّجُلُ ابْنَتُهُ أَوْ أُخْتُهُ ۞

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت نے مہر پر یا بخشش پر یا بخشش کے وعدہ پر نکاح کیا تو یہ سب چیزیں عورت کی ہیں اور جو چیز عقد نکاح کے بعد ہو گی، وہ دینے والے کا حق ہے اور انسان کی عزت و بزرگی بہن و بیٹی کے سبب سے ہے۔ (نسائی)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ عَلِيٌّ فَاطِمَةَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطِهَا شَيْئًا قَالَ مَا عِنْدِي قَالَ فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ ۞

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رض سے آپ کے نکاح کے وقت ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ رض کو کچھ دیں۔ حضرت علی رض نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تمھاری زرہ حطمیہ کہاں گئی۔ (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں۔

عَنْ عُقْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَقُّ مَا اَدَّيْتُمْ مِنَ الشُّرُوطِ اَنْ تُوفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ ؏

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے ان میں سے ان شرطوں کو پورا کرنا اور بھی ضروری ہے جن کے باعث تمہارے لیے شرمگاہیں حلال ہوتی ہیں۔ (بخاری)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رض اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَسَاَلَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ كَمْ سُقْتَ اِلَيْهَا قَالَ زِنَةَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ؏

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ان کے اوپر زرد نشانات تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کرلیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اسے مہر کیا دیا؟ عرض کی کہ ایک گٹھلی کے برابر سونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولیمہ بھی کرو، خواہ ایک بکری ہی میسر آئے۔ (بخاری)

حضرت کعب بن مالک رض سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کردے کہ عورت میں برکت بھی ہے اور نحوست بھی۔ عورت کی برکت اور خوبی یہ ہے کہ اس کا مہر تھوڑا ہو، نکاح سہولت سے کم خرچ میں ہوا ہو اور وہ خوش اخلاق اور

دیندار ہو۔ اور عورت کی نحوست یہ ہے کہ مہر زیادہ ہو۔ نکاح دشواری سے ہوا ہو اور بداخلاق و بے دین ہو۔ (ابوداؤد)

عَنْ سَهْلٍ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا فَقَالَ مَالِيَ الْيَوْمَ فِي النِّسَآءِ مِنْ حَاجَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا قَالَ مَا عِنْدَكَ قَالَ مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ قَالَ اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ۔ قَالَ مَا عِنْدِيْ شَيْءٌ قَالَ فَمَا عِنْدَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ كَذَا وَكَذَا۔ قَالَ فَقَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؁

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کی خدمت میں خود کو پیش کیا۔ فرمایا کہ مجھے تو اب عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ پس ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ فرمایا تمھارے پاس کیا ہے؟ عرض کی کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا اسے کچھ دو خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو عرض گزار ہوا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں فرمایا قرآن کریم کتنا یاد ہے، عرض کی کہ اتنا۔ فرمایا میں نے تمھارے قرآن مجید جاننے کے باعث اس عورت کا تمھیں مالک بنا دیا (بخاری)

رشتہ داروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے آپس کی رشتہ داری کو بڑا اہم قرار دیا ہے کیونکہ انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہے اور وہیں سے رشتہ نسب چلا ہے۔ اس لیے اسلام میں رشتہ داری کے خاص حقوق مقرر فرما دیے ہیں تاکہ رشتہ داروں میں اخوت اور محبت کا تعلق قائم رہے۔ اسلام میں رشتہ داری کو صلہ رحمی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی کی نسبت سے والدین اور اولاد کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے حقوق درجہ بدرجہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اہلِ قرابت کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کو باعثِ ثواب اور نیکی قرار دیا گیا ہے لہذا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا مفت کی بلا مشقت نیکیاں ہیں۔

رشتہ داروں کے حقوق میں سب سے اولین چیز یہ ہے کہ ان سے تعلقات اچھے رکھے جائیں اور ہر ممکن کوشش سے میل ملاقات کو برقرار رکھا جائے۔ اگر آپ صاحب ثروت ہوں تو بوقت ضرورت غریب رشتہ داروں کی مالی مدد کرنی چاہیئے۔ بیماری کی حالت میں خبر گیری کرنی چاہیئے۔ غمی خوشی کے موقع پر رشتہ داروں کو اپنے دکھ سکھ میں شامل کرنا چاہیئے۔ ترکہ یعنی وراثت میں رشتہ داروں کو ان کا جائز حق دینا چاہیئے۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے رشتہ داری کے معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ شامل رہنا چاہیئے۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے ان کو احسان نہیں جتلانا چاہیئے بلکہ جو کچھ کیا جائے رضائے الٰہی کی خاطر کیا جائے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کا اہلِ قرابت کے حقوق کی ادائیگی میں ہمیشہ یہی طرز عمل رہا، کہ حسب توفیق ان کی ہر موقع پر خدمت کی اور طعنہ زنی کو ہمیشہ بالائے طاق رکھا

اور اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ کتاب وسنت کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق حسب ذیل ہیں :

۱۔ رشتہ داروں سے احسان

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرو یعنی ان سے زندگی کے معاملات اور میل جول میں اچھا رویہ اختیار کیا جائے اور ان کے ساتھ بھلائی کی جائے اگر کسی رشتہ دار کو آپ سے کوئی کام پڑ جائے تو اسے کرنے کی کوشش کی جائے۔ رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا از روئے حکم خداوندی ان کا حق ہے۔ قرآن پاک میں اس کی یوں تاکید فرمائی گئی ہے :

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ○	اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھی احسان کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ پھر تم اس عہد سے پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے قائم رہے اور یہ کہ تم پھر جانے والے تھے۔ (البقرہ : ۸۳)

اس آیت میں رشتہ داروں سے احسان کی اہمیت واضح کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ان اہم احکامات میں سے ہے جن کا بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا گیا۔ اسی بات یعنی رشتہ داروں سے احسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے :

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ ○	اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابتداروں کے ساتھ احسان کرو۔ (النساء : ۳۶)

اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے اور اس کی عبادت کرنے اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بعد سب سے اہم چیز رشتہ داروں کے ساتھ احسان

کرنا ہے۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ج یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ○

بیشک اللہ انصاف کرنے، احسان کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بے حیائی اور برے کاموں، اور سرکشی سے منع فرماتا ہے، تمھیں وعظ کرتا ہے تاکہ تمھیں نصیحت حاصل ہو۔ (پ۱۴، نحل: ۹۰)

فرمایا گیا ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، ان کی خوشی اور غمی میں شریک حال رہو اور شرعی تقاضوں کے مطابق ان کی حمایت اور مدد کرتے رہو تکالیف اور تنگی کے اوقات میں ان کے ساتھ رواداری اور خوش خلقی سے پیش آؤ۔ اگر کسی رشتہ دار سے کبھی زیادتی کی بات ہو جائے تو اس سے درگزر کرو۔ اور رشتہ داروں سے احسان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ قَرَابَۃً اَصِلُھُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْھِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْھُمْ وَ یَجْھَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ کُنْتَ کَمَا قُلْتَ فَکَاَنَّمَا تُسِفُّھُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَکَ مِنَ اللّٰہِ ظَھِیْرٌ عَلَیْھِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِکَ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں کہ میں ان سے جوڑتا ہوں لیکن وہ مجھ سے توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے۔ فرمایا اگر یہی بات ہے جو تم نے بیان کی تو تم ان کا منہ بھوبل سے بھرتے ہو۔ جب تک تم اسی طریقہ پر کاربند رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری برابر مدد فرماتا رہے گا۔ (مسلم)

اے دوست! رشتہ داروں کی خدمت کر، دکھ درد میں ان کے کام آ، اپنی زبان کو خاموش رکھ۔ ان کے طعنوں پر صبر کر، ان سے ملنے والی اذیتوں کا بدلہ احسان سے چکا۔ غرضیکہ رشتہ داروں سے جو بھی دکھ ملتا ہے اسے اللہ کی رضا سمجھتے ہوئے برداشت کر۔ پھر خدا کا انعام دیکھ کہ وہ تیری دنیا اور آخرت سنوار دے گا مگر یاد رکھ کہ صرف اور صرف اللہ کی محبت کے لیے دکھ سہتے سیکھ لے۔

۲۔ حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ عزیز و اقارب کی عزت کی جائے اور ان کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا رویہ اپنایا جائے۔ غرضیکہ ان سے حسنِ سلوک کیا جائے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ	اے نبیؐ! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تم رشتہ داری کی محبت کو قائم رکھو۔

(پ ۲۵۔ شوریٰ : ۲۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرابت کو بہت اہمیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام کاوشوں اور تکلیفوں کا جو تبلیغ دین میں آپ کو پیش آئیں اس کا آپ نے عوضانہ نہ مانگا البتہ اس کے بدلے میں یہ خواہش کی کہ آپس میں رشتہ داروں اور قرابت داروں کا حق ادا کرو۔ اور ان سے لطف و محبت سے پیش آؤ۔ یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت رشتہ داروں کی ہر طرح سے دلجوئی کی جائے اگر کوئی احسان کرے تو اسے نہ جتائے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ	اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اسی

وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا	میں سے اس کا جوڑا بنایا اور دونوں کے
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا	ذریعے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔
وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ	اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم
تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط	سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں کے حقوق کا
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ہ	خیال رکھو بیشک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے
۔۔۔	(پ ۴۔ نساء ۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں قریبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اور رحم کے رشتوں سے مراد قریبی عزیز و اقارب ہیں لہٰذا ان سے اچھا سلوک کرنا انتہائی اچھا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے رشتہ داروں سے کبھی بھی بدسلوکی نہ کی جائے اس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حسنِ سلوک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث حسبِ ذیل ہیں؛

۱۔ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ	حضرت بہز بن حکیم، ان کے والد، ان کے
اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا	جدِّ امجد کا بیان ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ
رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ	میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا کہ اپنی
قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمَّكَ	ماں کے ساتھ۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر؟ فرمایا
قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمَّكَ	کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ عرض گزار ہوا کہ پھر؟
قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اَبَاكَ	فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ۔ عرض گزار ہوا کہ پھر؟
ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ ؞	فرمایا کہ اپنے باپ کے ساتھ۔ پھر جو زیادہ
؞	قریبی رشتہ دار ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲۔ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْاَعْشٰى عَنْ	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ	حضرت سعید الاعشیٰ رح روایت کرتے ہیں کہ رسول
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں

مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ ثَلَاثُ اَخَوَاتٍ اَوْ بِنْتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ ؛

یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں وہ ان سے اچھا سلوک کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے۔ (ترمذی)

بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا بدلہ اللہ کی بارگاہ میں جنت ہے۔

۳۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيْمًا فَهَلْ لِيْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا۔ قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا ؛

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے کیا میری توبہ ہو سکتی ہے۔ فرمایا کیا تمھاری والدہ ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تمھاری خالہ ہے؟ عرض گزار ہوا ہاں! فرمایا کہ اس کے ساتھ نیکی کرو۔ (ترمذی)

خالہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا گناہِ کبیرہ کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے اس لیے جس کی والدہ نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنی والدہ کی بہنوں کے ساتھ ہمیشہ بھلائی سے پیش آئے۔

۴۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِيْ فُلَانٍ لَيْسُوْا لِيْ بِاَوْلِيَاءَ اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آل ابو فلاں کا قبیلہ میرا دوست نہیں کیونکہ میرا دوست اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ ہاں ان کے ساتھ نسبی رشتہ ہے۔ تو ان کی تری کے ساتھ میں انھیں

اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا ۞ — نہ رکھوں گا۔ (بخاری)

نسبی رشتے قریبی عزیز و اقارب میں شمار ہوتے ہیں لہذا ان سے ہمیشہ ہمدردی اور نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔

۵۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ كَبِيْرِ الْإِخْوَةِ عَلٰى صَغِيْرِهِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰى وَلَدِهٖ ۞

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بھائی کا اپنے چھوٹے بھائیوں پر ایسا حق ہے جیسا باپ کا اپنے بیٹوں پر حق ہے۔

بڑا بھائی چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے مثل باپ ہے لہذا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔

۲۔ مالی ضروریات میں استعانت

عزت اور دولت کا ملنا اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں میں سے ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مالی لحاظ سے امانت عطا فرمائی ہو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کریں۔ اس کی بہترین صورت، غریب اور محتاج رشتہ داروں کی مالی معاونت ہے کیونکہ بعض لوگوں کے رشتہ دار غریب اور سفید پوش ہوتے ہیں لہذا خفیہ طریقے سے ایسے رشتہ داروں کی مالی مدد کرنا بہت ہی افضل ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں فرما دیجئے کہ جو خرچ کرو اس میں والدین، رشتہ دار یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کی بہتری کو مدنظر رکھو۔ جو نیکی تم کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ (بقرہ: ۲۱۵)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اور تم میں سے مال و دولت میں وسعت والے یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے بلکہ معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔

(پ ۱۸۔ نور: ۲۲)

تم میں سے جو کشادہ روزی والے صاحبِ مقدرت ہیں صدقہ اور احسان کرنے والے ہیں انھیں اس بات کی قسم نہ کھانی چاہیئے کہ وہ اپنے قرابتداروں کو مسکینوں کو مہاجروں کو کچھ دیں گے ہی نہیں۔ اس طرح انھیں متوجہ فرما کر پھر اور نرم کرنے کے لیے فرمایا کہ ان کی طرف سے کوئی قصور بھی سرزد ہو گیا ہو تو انھیں معاف کر دینا چاہیئے۔ ان سے کوئی برائی یا ایذا پہنچی ہو تو ان سے درگزر کر لینا چاہیئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حلم و کرم اور لطف و رحم ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔

مالی امداد کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ اگر کسی رشتہ دار کے مالی وسائل کمزور ہیں اور اس کا ذریعہ معاش مستحکم نہیں تو آپ اس کی مدد کر کے اس کا ذریعۂ معاش مستحکم کر سکتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی رشتہ دار کو قرض کی ضرورت پیش آ جائے اور آپ اسے قرض دے سکتے ہوں تو اسے ضرور قرض دیں۔ تیسری صورت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی رشتہ دار طویل عرصے تک بیمار ہو گیا ہے اور اس کا ذریعہ معاش نہیں رہا تو اگر آپ اس کی ماہوار مالی امداد کر سکتے ہیں تو کریں۔ مالی امداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی رشتہ دار کی بیٹی کی شادی ہونے والی ہو تو اس میں مالی امداد کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رشتہ داروں کی مالی معاونت کی تاکید

فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى وَلَدِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى اَهْلِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْفِقْهُ عَلٰى خَادِمِكَ قَالَ عِنْدِیْ اٰخَرُ قَالَ اَنْتَ اَعْلَمُ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے میں اس کا کیا کروں تو آپؐ نے فرمایا اسے اپنے اوپر خرچ کر دو۔ تو اس نے کہا ایک دینار اور بھی ہے تو آپ نے فرمایا اپنی اولاد پر خرچ کر دو۔ سائل نے کہا کہ ان دو دینار کے علاوہ اور بھی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ رشتہ داروں پر خرچ کر دو۔ تو وہ کہنے لگا کہ ان تین سے ایک اور زیادہ ہے تو آپؐ نے فرمایا اس کو اپنے خادم پر خرچ کر دو۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ ایک اور بھی ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا اب تمھیں اختیار ہے اور تم بہتر جان سکتے ہو۔ (ابوداؤد، نسائی)

⁂

خرچ کی ابتدا اپنے اہل و عیال سے کرنی چاہیئے اگر ان کی ضروریات سے فالتو مال بچ جائے تو آپ پھر اسے اپنے عزیز و اقارب کی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے خرچ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد پھر بھی آپ کے پاس مال بچ جائے تو آپ اللہ کی راہ میں خرچ کر سکتے ہیں۔ غرضیکہ پہلے ان لوگوں کا زیادہ حق ہے جن کی کفالت آپ کے ذمہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ الْاَنْصَارِ بِالْمَدِیْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَكَانَ اَحَبُّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں جناب طلحہ رضؓ کے پاس سب سے زیادہ کھجوریں تھیں اور جائدادیں انھیں

اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرَحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٌ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ وَاِنَّ اَحَبَّ مَالِيْ اِلَيَّ بَيْرَحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَّابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ (بخاری)

بیرحاء والا باغ جو مسجد نبوی کے عین مقابل تھا بہت محبوب تھا۔ خود رسول خدا بھی اکثر اس باغ میں جا کر اس کا عمدہ پانی پیتے تھے۔ جناب انس رضؓ فرماتے ہیں جب آیت نازل ہوئی "تم نیکی کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جس کو تم سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہو" اس وقت ابو طلحہ رضؓ نے رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ! رب کریم فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اور مجھے اپنے تمام اموال میں بیرحاء والا باغ سب سے زیادہ پسند ہے لہذا میں اس کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ یا رسول اللہ آپ اس کا جو چاہیں کریں۔ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش! یہ بہت منافع بخش چیز ہے اور میں نے وہ سب کچھ سن لیا ہے جو تم نے کہا ہے اور میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے اعزہ میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ رضؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! میں ایسا ہی کروں گا۔ اس کے بعد ابو طلحہ رضؓ نے اس کو اپنے چچا زاد بھائیوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے کہ ہم رشتہ داروں میں مال کو کیسے تقسیم کریں۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيَ اَجْرٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى بَنِيْ اَبِيْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ اَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ اَجْرُ مَا اَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں ابو سلمہ کے بیٹوں پر خرچ کرتی ہوں کیونکہ وہ میری بھی اولاد ہیں کیا مجھے اس پر اجر ملے گا تو آپؐ نے فرمایا تم ان پر خرچ کرو اور جو کچھ بھی خرچ کرو گی اس پر تمھیں اجر ملے گا۔ (بخاری)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی پہلی اولاد پر خرچ کرتی تھیں جو ابو سلمہ سے تھی تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمادی کہ تمھارے لیے ایسا کرنا بہتر ہے۔

عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ ۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آزاد کی اور اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس کو اپنے ماموں کو دے دیتی تو زیادہ ثواب ملتا۔ (بخاری)

اس حدیث سے ہمیں یہ اصول حاصل ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اللہ کی راہ میں دینے سے پہلے اس طرف توجہ دی جائے کہ اس کی ضرورت کسی رشتہ دار کو ہے۔ اگر ضرورت ہو تو پہلے وہ چیز اپنے قریبی رشتہ دار کو دیں۔ بعد ازاں پھر دیگر ضرورت مندوں کو دیں۔

ان احادیث سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت رشتہ داروں کا خیال کیا جائے کیونکہ اسلام میں اس بات کو پسند نہیں کیا گیا کہ ایک فرد تو بہت امیر ہو اور خوشحال زندگی بسر کرے اور اس کے غریب رشتہ دار غیروں کے رحم وکرم پر ہوں۔

۴۔ صلہ رحمی صلہ رحمی سے مراد رشتہ داروں کی بھلائی چاہنا ہے یعنی ان سے ہمدردی اور محبت سے پیش آنا ہے۔ یہ بھی حسن سلوک ہی کا حصہ ہے تاکہ رشتہ داروں سے ہمیشہ اچھے تعلقات رہیں۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ ؛

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور اس کی عمر میں درازی ہو تو اسے چاہیئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری شریف)

طبرانی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں تم کو دنیا اور آخرت کی بہترین عادتیں بتلاتا ہوں۔ تم تعلقات قطع کرنے والے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے رہو۔ جو تم کو محروم رکھے اسے دیتے رہو اور جو زیادتی کرے اسے معاف کرتے رہو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا ؛

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ چکانے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری توڑی جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری شریف)

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اچھی چیزوں کی وصیت فرمائی ہے اور وہ یہ ہیں کہ میں اپنے سے اوپر والے کو نہیں بلکہ نیچے والے کو دیکھوں۔ میں یتیموں سے محبت رکھوں اور ان سے قریب رہوں۔ میں صلہ رحمی کروں اگرچہ رشتہ دار پیٹھ پھیر جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی سے نہ ڈروں، سچی بات اگرچہ تلخ ہو کہتا رہوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھتا کیونکہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔

اچھے اخلاق کا یہی تقاضا ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں سے تعلق جوڑا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں دونوں جہان کے بہترین اخلاق بتاتا ہوں کہ قطع تعلق کرنے والوں سے جوڑو، نہ دینے والوں کو دو، اور ظالم کے قصور کو معاف کرو۔ (ترغیب)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم رحمٰن سے نکلا ہے لہٰذا خدا نے اس کو کہہ دیا ہے جو تجھے جوڑے گا میں اس سے لگاؤ رکھوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے چھوڑ دوں گا۔ (بخاری شریف)

طبرانی کی روایت ہے کہ جس میں یہ تین صفات پائی جائیں گی اس کا حساب انتہائی آسان ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ! وہ کونسی ہیں؟ فرمایا جو تجھے محروم رکھے تو اسے دیتا رہ، جو تعلق توڑے تو اس سے تعلق جوڑتا رہ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کرتا رہ۔ تیرا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم لوگ اپنے نسبوں کو یاد رکھو جس سے اپنے رشتہ داروں

مَاتَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ — کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو کیونکہ رشتہ داروں
فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مُحَبَّةٌ — کے ساتھ اچھا سلوک کرنا خاندان میں محبت
فِى الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ فِى الْمَالِ — مال میں کثرت اور عمر میں برکت پیدا کرتا ہے
مَنْسَاةٌ فِى الْاَثَرِ ۞ (ترمذی)

اس حدیث میں صلہ رحمی کا یہ اجر بتایا گیا ہے کہ صلہ رحمی سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے کیونکہ صلہ رحمی دو طرح کی ہے۔ ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کی جائے۔ دوسری یہ کہ خدا کی دی ہوئی عمر کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں صرف کیا جائے۔ پہلے کا نتیجہ خدا کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی اور دوسرے کا نتیجہ عمر میں برکت اور زیادتی کی صورت میں ملتا ہے۔ صلہ رحمی سے چونکہ سارے خاندان والے راضی ہوں گے اور اس کے حق میں دعائیں کریں گے جس سے اس کے مال و دولت اور عمر میں برکت و کثرت ہوگی۔ اگر کوئی عزیز رشتہ دار اپنے حق کو ادا نہ کرتا ہو تو اس کے دوسرے عزیز و اقارب کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بھی اپنے حق کو ادا نہ کریں بلکہ اصل صلہ رحمی تو یہی ہے کہ جو حق کو ادا نہ کرے اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَىَّ اُمِّىْ وَهِىَ مُشْرِكَةٌ فِىْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّىْ قَدِمَتْ عَلَىَّ وَهِىَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا؟ قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا ۞

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قریش سے معاہدے کے دنوں میں میری والدہ میرے پاس آئیں اور وہ مشرکہ تھیں۔ میں عرض گزار ہوئی کہ یا رسول اللہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ ضرورتمند ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا ہاں ان سے صلہ رحمی کرو۔ (بخاری)

طبرانی کی روایت ہے کہ جھوٹ، قطع رحمی اور خیانت کا مرتکب اس لائق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی عذاب دے اور آخرت میں بھی سزا کا مستحق

گردانے اور سب اعمال سے جلدی اجر صلہ رحمی کا ملتا ہے اگرچہ اس گھر کے لوگ گنہگار ہوتے ہیں مگر صلہ رحمی کی وجہ سے ان کا مال بھی خوب بڑھتا ہے اور ان کی اولاد بھی بکثرت ہوتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنَ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا یَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَادُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ ؂

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق قائم کرتا ہوں مگر وہ بے تعلقی کا برتاؤ برتتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں مگر وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان کی حرکتوں کو برداشت کرتا ہوں مگر وہ جہالت پر اتر آتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم انھیں گرم راکھ پھنکار ہے ہو اور تمھارے ساتھ تم جب تک ایسا کرتے رہو گے ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے خدا کی طرف سے ایک فرشتہ رہے گا۔ (مسلم)

احمد کی روایت ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا دستِ اقدس تھام کر عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بہترین اعمال بتلائیے۔ آپ نے فرمایا عقبہ قطع تعلق کرنے والے سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دے۔

بیہقی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ السلام پندرھویں شعبان کی رات کو میرے پاس آئے اور کہا آج کی رات اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر گنہگاروں کو بخش دیتا ہے مگر مشرک، کینہ پرور، قاطعِ رحم،

تکبر سے اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلنے والا، والدین کے نافرمان اور شرابی کو نہیں بخشا جاتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قطع تعلق کرنے والوں سے صلہ رحمی کر محروم کرنے والے کو عطا کر اور جس نے تجھے گالیاں دیں ان سے درگزر کر۔ (طبرانی)

ترمذی کی روایت ہے کہ ان لوگوں سے نہ بنو جو کہتے ہیں کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر وہ ہم پر زیادتی کریں گے تو ہم بھی زیادتی کریں گے بلکہ تم اس بات کے عادی بنو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور اگر زیادتی کریں تو تم زیادتی نہ کرو۔

ابن حبان سے مروی ہے کہ تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔ شرابی، قاطعِ رحم، جادوگر۔

بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہو گیا تو قرابت نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں تجھ سے قطع رحمی کی پناہ چاہتی ہوں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جس نے تجھ سے تعلق جوڑا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جس نے تجھ سے قطع کر لیا میں اسے قطع کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ میں راضی ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فَهَلْ عَسَيْتُمْ والی آیت پڑھی۔

حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغاوت اور قطع رحمی دو ایسے گناہ ہیں جن پر دنیا و آخرت میں عذاب دیا جاتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ انسانوں کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں مگر قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔

۵۔ حق صدقہ

رشتہ داروں میں بعض اوقات ایسے رشتہ دار بھی ہوتے ہیں جو انتہائی غریب مسکین اور نادار ہوتے ہیں، اور صدقہ و زکوٰۃ لینے کے مستحق ہوتے ہیں اس لیے جب بھی کوئی شخص اللہ واسطے صدقہ

یا زکوٰۃ یا فی سبیل اللہ دینے لگے تو پہلے اپنے خاندان میں مستحق رشتہ داروں کو دے۔ ایسا کرنے سے اللہ راضی ہوگا اور ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی	اور اپنا مال جو پیارا ہو اسے رشتہ داروں
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ	یتیموں اور مسکینوں اور سائلوں اور غلاموں کو
وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ	آزاد کرانے میں خرچ کیا جائے اور نماز قائم کی
الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ	جائے اور زکوٰۃ دی جائے اور جب عہد کیا جائے
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ	تو اپنے اس عہد کو پورا کیا جائے اور مصیبت
فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ	میں اور سختی میں اور جہاد میں صبر کرنے والے
الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ	یہی لوگ صدق والے ہیں اور یہی اہل تقویٰ
وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝	ہیں۔ (پ ۲۔ بقرہ: ۱۷۷)

دنیا کے مال میں بڑی کشش ہے مگر انسان بھول جاتا ہے کہ اس کی کشادگی اللہ ہی نے دی اور پھر جب اللہ ہی کہے کہ میرے لیے میرے ہی عطا کردہ مال سے اپنے رشتہ دار کو کچھ دے اس وقت بخل کی سوچ کیسی۔ یاد رکھ کہ اللہ کا بندہ بننے کے لیے اس کا مال اس کی راہ میں لٹاتا جا۔ اہل محبت نے ہمیشہ ایسا ہی کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ	اور رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو،
وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ	اور مسافروں کو ان کا حق دے اور فضول
وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝	خرچی کے ذریعے بے جا خرچ نہ کر۔

(پ ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۲۶)

مال و دولت کا کثرت سے ملنا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور عطا ہے اور جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے زیادہ مال دے رکھا ہے تو جب وہ اس مال سے اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنے رشتہ داروں کو دے۔ ایسا کرنے کا درجہ

بہت زیادہ ہے۔

مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

پس رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو ان کا حق دو۔ یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

(پ۲۱ - روم: ۳۸)

جب زکوٰۃ تقسیم کی جائے تو سب سے پہلے رشتہ داروں میں سے ان کو دی جائے جو زکوٰۃ لینے کا حق رکھتے ہیں لہذا ان کا حق ان تک پہنچانے میں انسان کی آخرت میں کامیابی ہے۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَّهِيَ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ ۔

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین پر صدقہ کرنا ایک اجر ہے اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دوہرے اجر کا سبب ہوتا ہے ایک صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (احمد)

رشتہ دار کو صدقہ دینے کا ثواب دوہرا ہے یعنی ایک صدقے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ

حضرت زینبؓ زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جماعت خواتین صدقہ دو۔ اگرچہ اپنے زیوروں ہی سے کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر میں گھر آئی اور اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن مسعود

فَرَجَعْتُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأْتِهٖ فَاسْأَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ قَالَتْ فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهٗ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلٰى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلٰى فِيْ حُجُوْرِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ

رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ تو غریب آدمی ہیں اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا حکم دیا ہے آپ جائیں اور حضورؐ سے دریافت کریں کہ یہ بات میرے لیے کافی ہے کہ میں تمہارے اوپر خرچ کردوں ورنہ میں کسی دوسرے پر خرچ کروں۔ یہ سن کر جناب عبداللہ بن مسعودؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم خود ہی جاکر معلوم کرو۔ چنانچہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئی تو اس وقت ایک انصاری عورت بھی آپ کے دروازہ پر موجود تھی اور اس کو بھی وہی معلوم کرنا تھا جو میں معلوم کرنے گئی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ چنانچہ بلالؓ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے ان سے کہا کہ جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ دو عورتیں دروازہ پر کھڑی ہیں اور یہ معلوم کرتی ہیں کیا ہمارے لیے اپنے شوہروں پر صدقہ کرنا کافی اور مناسب ہے اور ان یتیموں پر جو ہماری گودوں میں ہیں لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے نام نہ بتانا۔ چنانچہ بلالؓ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ بات دریافت کی۔ اور بتایا کہ ایک عورت تو انصار میں سے ہے اور ایک زینب ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کونسی زینب؟ جناب بلالؓ نے فرمایا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھُمَا قَالَ امْرَاَۃٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَزَیْنَبُ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الزَّیَانِبِ قَالَ امْرَاَۃُ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَھُمَا اَجْرَانِ اَجْرُ الْقَرَابَۃِ وَ اَجْرُ الصَّدَقَۃِ ؏

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے دو اجر ہیں۔ ایک اجر قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا۔

(بخاری)

اس حدیث میں بھی پہلے والی حدیث کی وضاحت کردی گئی کہ اہلِ قرابت کو دینا دو اجروں کا باعث بنتا ہے لہذا جب بھی اللہ کی راہ میں کوئی چیز دینے لگیں تو پہلے اہل قرابت کو دیں۔ ایسا کرنے سے دوہرا ثواب حاصل ہوگا۔

۶۔ حقِ وراثت اسلام میں وراثت کے اعتبار سے رشتہ داروں کا حق مقرر ہے اس لیے جب کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو اس کے ورثاء کو چاہیئے کہ شریعت کے مطابق مقرر کردہ حصہ رشتہ داروں میں تقسیم کردیا جائے کیونکہ یہ حق ان کا اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۨ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۝

اس مال میں سے مردوں کا حصہ ہے جسے والدین اور رشتہ دار چھوڑ کر فوت ہو جائیں اور اسی طرح عورتوں کا حصہ ہے جسے ان کے والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ داری مقرر ہے۔

(پ ۴۔ نساء: ۷)

اس سے آگے ہی فرمایا گیا ہے کہ:

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنُ

تقسیم کے وقت اگر رشتہ دار، یتیم، اور مساکین آجائیں تو انھیں بھی کچھ اس میں سے

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ — دے دو اور ان سے معروف بات کہو۔

(پ۴۔ نساء: ۸)

مشرکین عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا، چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں۔ اسلام نے یہ حکم نازل فرما کر سب کی مساویانہ حیثیت قائم کردی کہ وارث تو سب ہوں گے خواہ قرابت حقیقی ہو یا بوجہ عقد زوجیت کے ہو یا بوجہ نسبت آزادگی ہو حصہ سب کو ملے گا، گو کم و بیش ہو۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب کسی مرنے والے کا ورثہ بٹنے لگا۔ اور وہاں اس کا کوئی دور کا رشتہ دار بھی آجائے جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور یتیم اور مساکین آجائیں تو انھیں بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔ ابتداء اسلام میں تو یہ واجب تھا اور بعض کہتے ہیں مستحب تھا" اور اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک باقی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہمسایہ کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے ہمسایہ کا بڑا درجہ قرار دیا ہے۔انسان آغاز تہذیب ہی سے مل جل کر آبادیوں کی صورت میں رہنے کا عادی ہے۔اس لیے شہر ہو یا گاؤں گلیوں اور محلوں میں ایک دوسرے کے قریب رہنے والوں کو ہمسایہ کہا جاتا ہے۔اسلام نے اپنے پیروکاروں کو یہ درس دیا ہے کہ وہ جہاں بھی رہیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون سے رہیں، دکھ سکھ میں اپنے گرد ونواح میں رہنے والوں کی مدد کریں۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تاکہ مسلمان آپس میں ہمہ گیر برادری کی طرح رہیں۔اگر کسی مسلمان بھائی کو کوئی تکلیف ہو تو قریب میں رہنے والے مل کر اس کی تکلیف کا ازالہ کرنے کے لیے کوشش کریں۔ اور اگر کوئی گرد ونواح میں بیمار ہو تو اس کی خبر گیری کی جائے گا ہے بگاہے اس کی عیادت کا خیال رکھا جائے۔اگر کوئی بھوکا ہو تو دوسروں پر یہ اس کا حق ہے کہ وہ اسے کھانا کھلائیں۔اگر کسی کو قرض حسنہ کی ضرورت پڑ جائے تو دوسرے مسلمان بھائی کا فرض ہے کہ اسے قرض حسنہ دے تاکہ وہ آسانی سے اپنی مالی ضرورت کو پورا کر سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر حال میں آپس میں ہمدردی، اخوت اور محبت کے جذبے سے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک دوسرے کا معاون بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہمسایہ کے حقوق ادا کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے تاکہ قریب رہنے والوں میں جتنا پیار الفت اور ہمدردی ہو گی اتنی ہی زیادہ خوشگوار زندگی گزرے گی اس لیے ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

ہمسایہ کے حقوق کو مقدم جاننے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو عموماً اسی شخص سے تکلیف یا دکھ پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے جو اس کے قریب ہوتا ہے اس لیے اسلام نے زندگی کے ہر شعبے میں ایک دوسرے انسان کے حقوق مقرر کر دیے ہیں تاکہ ایک انسان سے دوسرے کی حق تلفی نہ ہو اور دوسرا انسان انتقامی صورت میں دکھ اور تکلیف نہ پہنچائے بلکہ باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام سکھایا جائے تاکہ لڑائیاں جنم نہ لیں اور ہمسایوں کی زندگی آپس میں پُرامن گزرے۔ ایک ہی سفر کے مسافر، ایک ہی مدرسہ کے طالب علم ایک ہی کارخانہ کے ملازم، ایک ہی استاد کے شاگرد، ایک ہی دفتر میں کام کرنے والے اہل کار، ایک ہی کاروبار میں شریک کار درحقیقت ہمسایوں کی طرح ہیں اور انھیں چاہیے کہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔ ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ	اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں، اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمھارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا

(پ ۵۔ نساء: ۳۶)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں واضح طور پر پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔ پڑوسی رشتہ دار بھی ہو سکتا ہے اور غیر بھی ہو سکتا ہے

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دونوں طرح کے ہمسایوں سے اچھا برتاؤ کرنے اور نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور ایسے سلوک کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔ احسان ایک بڑا جامع لفظ ہے جس کے مفہوم میں ہر طرح کی بھلائی اور نیکی مضمر ہے اس لیے ہمسایہ ہو یا کوئی اور، اس کے ساتھ ہر دم نیکی کرنا ہی اصل مسلمانی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ کے حقوق کے بارے میں بیشمار ارشادات ہیں جن میں مختلف انداز میں حسنِ سلوک کی ترغیب دی گئی ہے۔

۱۔ حسنِ سلوک ہمسایوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا مسلمان کی عظمت کا مظہر ہے اس لیے پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کو اسلامی اخلاق کا لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ نِ الْخُزَاعِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُحْسِنْ اِلٰی جَارِہٖ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ ۔ (ابن ماجہ)

ابو شریح الخزاعیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا احترام کرے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یا تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پڑوسیوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ ان کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے اس حسنِ سلوک کی بہت سی صورتیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہوتے ہیں اور پھر ان حقوق کا شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمسایہ کا حق تب ادا ہوتا ہے کہ:

۱۔ اگر اسے مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرو۔
۲۔ اگر وہ کچھ قرض یا ادھار مانگے تو اسے دو۔
۳۔ اگر وہ غریب ہو تو اس کی حاجت روائی کرو۔
۴۔ اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرو۔ اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔
۵۔ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو اس کی مسرت و شادمانی میں شریک ہو کر اسے مبارکباد دو۔ اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو اس کے رنج و غم میں بھی شریک رہو۔
۶۔ اپنے گھر کی دیوار اتنی اونچی نہ لے جاؤ کہ اس کے گھر میں ہوا کی آمد و رفت بند ہو جائے۔
۷۔ اگر کوئی میوہ ترکاری اپنے ہاں لاؤ تو اس کے ہاں بھی بھجواؤ اور ایسا نہ کر سکو تو یہ بات ان سے پوشیدہ رکھو۔
۸۔ اپنے بچوں کو اس چیز کی اجازت نہ دیں کہ وہ باہر ہمسائے کے دروازے کے سامنے جا کر ان کے بچوں کو تنگ نہ کریں کہ اس سے خواہ مخواہ بڑوں کے درمیان رنجش پیدا ہونے کا امکان ہے۔
۹۔ آپ کے باورچی خانے کا دھواں ہمسائے کی پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیئے ہاں اگر اسے بھی کھانے کی کوئی چیز بھیجتے رہو تو ایک بات بھی ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ؛	حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بندہ اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (بخاری مسلم)

اس حدیث میں بلند اخلاقی کا ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو ویسی چیز ہی دوسروں کے لیے پسند کرو۔ یعنی اگر تم یہ توقع رکھتے ہو کہ تمھارے ہمسائے تمھارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو تمھیں بھی چاہیئے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

ہمسایہ کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ اسے دیکھتے ہی سلام کریں۔ اس سے طویل گفتگو نہ کریں۔ اس سے اکثر مانگتے نہ رہیں۔ مرض میں اس کی عیادت کریں۔ مصیبت میں اسے تسلی دیں۔ اگر آپ کے یہاں موت ہو جائے تو اس کے ساتھ رہیں۔ خوشی میں اسے مبارکباد کہیں اور اس کی خوشی میں برابر کے شریک رہیں۔ اس کی غلطیوں سے درگزر کر جائیں۔ چھت سے اس کے گھر نہ جھانکیں۔ اس کے گھر کے صحن میں مٹی نہ پھینکیں۔ اس کے گھر کے راستہ کو تنگ نہ کریں۔ وہ گھر کی طرف جو کچھ لے کر جا رہا ہو اسے نہ گھوریں۔ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کریں۔ جب اسے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اس کی مدد کریں۔ اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی دیکھ بھال سے غافل نہ ہوں۔ اس کی غیبت نہ سنیں۔ اس کی عزت کا خیال رکھیں۔ اس کی اولاد سے نرمی سے گفتگو کریں۔ جن دینی اور دنیاوی امور سے وہ ناواقف ہو ان میں اس کی راہنمائی کریں۔ گویا ہر طرح سے ہمسایہ گیری کے لحاظ کو مدنظر رکھیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّا یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز وضو فرما رہے تھے تو آپؐ کے اصحابؓ وضو کے پانی کو ملنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ عرض گزار ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ اللہ

اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ ؛	اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو جب بات کرے تو سچ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو ادا کرے اور جب کسی کا ہمسایہ بنے تو حسن سلوک کرے۔ (بیہقی)

پڑوسیوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور اچھے معاملات کے ساتھ زندگی گزارنے کی شریعتِ اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ پڑوسی کی مشکلات اور مصائب میں اس کے کام آئے، جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے اس کے گھر کے سامنے کوڑا نہ ڈالے۔ اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے۔ اگر کسی طرح کا کوئی اچھا سلوک نہ کر سکے تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔

۲۔ حقِ ہمسایہ کی اہمیت

ہمسایوں کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ ہمسائے بالکل قریب ہوتے ہیں اس لیے جس طرح وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں کام آ سکتے ہیں اس طرح دوسرے رشتہ دار فوری طور پر کسی کی تکلیف کے موقع پر حاضر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اسلام میں ہمسائیگی کو بہت درجہ دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا یوں اظہار فرمایا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ ؛	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریلؑ پڑوسی کے حقوق کے بارے میں تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وراثت میں شریک کر دیں گے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمسایہ کے حق اور اس کے

ساتھ اکرام ورعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل علیہ السلام مسلسل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو وارث بھی بنا دیا جائے گا۔ یعنی حکم آجائے گا کہ کسی کے مرجانے کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور دوسرے اقارب اس کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں اسی طرح پڑوسی کا بھی اس میں حصہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بہت اہم ہے۔

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَغُلَامُهُ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ يَا غُلَامُ إِذَا فَرَغْتَ فَابْدَأْ بِجَارِنَا الْيَهُودِيِّ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ الْيَهُودِيُّ؟ أَصْلَحَكَ اللّٰهُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى خَشِيْنَا أَوْ رُئِيْنَا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ ۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا۔ انھوں نے اپنے غلام سے فرمایا اے لڑکے! جب اس کام سے فارغ ہو جانا تو سب سے پہلے اس کا گوشت ہمارے یہودی پڑوسی کو دینا۔ حاضرین میں سے آدمی نے (بڑے تعجب سے) کہا کیا آپ یہودی کو ہدیہ دلا رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو درست رکھے۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمسایہ کے بارے میں اتنی تاکید فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم ڈر گئے کہ اس کو عنقریب وارث ہی بنا دیا جائے گا۔ (ادب المفرد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہمسائے کا حق یوں بیان ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،

تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا زَالَ جِبْرَئِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ ۞

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی اتنی تاکید کی کہ مجھے یہ گمان ہوگیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ یعنی مرنے والے کے ترکہ میں پڑوسی کا بھی حصہ ہوگا۔ اس ارشاد کا مقصد پڑوسی کی اہمیت کو ظاہر کرنا ہے کہ جس طرح رشتہ داروں کے حقوق تم پر لازم ہیں اسی طرح پڑوسی کا حق بھی تم پر لازم ہے۔

۲۔ بھوکے ہمسایہ کو کھانا کھلانا

ہمسایہ کا ایک حق یہ ہے کہ اگر وہ بھوکا ہو اور آپ کو اس کی بھوک کے بارے میں معلوم ہو تو اسے کھانا کھلانا آپ کے فرائض میں شامل ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ ۞

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، مومن وہ نہیں جو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وہ مسلمان کمالِ ایمان کے درجہ کو کیسے پہنچ سکتا ہے جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بالکل بھوکا رہے کسی کامل مسلمان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ جاننے کے باوجود کہ اپنے پڑوس میں فلاں شخص کو محتاجگی و افلاس اور شدتِ بھوک نے مضطرب و بے حال کر دیا ہے، وہ اس کی خبر نہ لے اور اس کو اپنے کھانے میں شریک نہ کرے۔ غرضیکہ کھانے پینے کی

چیزوں میں بھی ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ کوئی ہمسایہ بھوکا نہ سوئے یہ روایت ایک اور صحابی سے بھی مروی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : لَیْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یَشْبَعُ وَ جَارُہٗ جَائِعٌ ؛

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں ہے کہ جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو۔ (کنز العمال)

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمادیا کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کی بھوک پیاس اور اسی طرح کی دوسری ضرورتوں کا خیال نہ رکھے اور اسے اتنی بھی فکر نہ ہو کہ میں خود تو پیٹ بھر کر کھا رہا ہوں اور میرا پڑوسی بھوکا ہے تو ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ یعنی اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ کامل ایمان والوں کی تو یہ نشانی ہوتی ہے کہ خود تو بھوکے رہتے ہیں اور دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اس بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسن طریقے سے سمجھایا ہے کہ سالن پکاتے وقت تھوڑا سا پانی زیادہ ڈال لو تاکہ ہمسایہ کی ضرورت بھی پوری ہو۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَاءَ ھَا وَ تَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ ؛

حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! جب شوربا پکاؤ تو پانی زیادہ ڈالا کرو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ (مسلم)

یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بھی بیان ہوئی ہے،

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین

بِثَلَاثٍ: اَسْمَعُ وَاَطِيْعُ وَلَوْ لِعَبْدٍ مُجَدَّعِ الْاَطْرَافِ وَ اِذَا صَنَعْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَهَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهُ بِمَعْرُوْفٍ ۔ وَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ وَجَدْتَ الْاِمَامَ قَدْ صَلّٰى فَقَدْ اَحْرَزْتَ صَلَاتَكَ وَاِلَّا فَهِيَ نَافِلَةٌ ؞

باتوں کی وصیت فرمائی ۔ میں امیر کی بات کو سنوں اور اس کی اطاعت کروں اگرچہ وہ کان کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو ۔ اور جب تو شوربا پکائے تو اس کا پانی زیادہ کر دے پھر تو اپنے پڑوس میں غریب گھر والوں پر نظر کرتے ہوئے ان کے پاس اس شوربہ میں سے کچھ بھیج دے ۔ اور تو نماز کو اس کے وقت پر پڑھ لے ۔ اگر تو امام کو اس حال میں پائے کہ وہ نماز پڑھا رہا ہے ۔ پھر یا تو اپنی نماز پر قائم رہے یا امام کے پیچھے دوبارہ پڑھ لے اور یہ پہلی نماز تمھاری نفل ہو جائے گی ۔ (الادب المفرد)

۴۔ ہمسایہ کی ضرورت مقدم جاننا

ہمسایہ کی ضروریات کو اپنے سے مقدم جاننا چاہیئے ۔ اور ہر ممکن مدد کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ اگر اپنا معمولی نقصان بھی ہوتا ہو تو پھر بھی جذبہ ایثار کے پیش نظر ہمسایہ کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ ؞

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے پڑوسی کو دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے ۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضہ فرمایا کرتے کیا بات ہے کہ میں تمھیں اس بات سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں ۔ میں ضرور بضرور یہ مسئلہ تمھاری گردنوں پر دے ماروں گا (مسلم شریف)

ہمسایہ کی ضرورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمھارا ہمسایہ تمھارے تنور میں روٹی پکانا چاہے یا تمھارے پاس ایک دن یا نصف دن کے لیے اپنا سامان رکھنا چاہے تو اسے منع نہ کرو۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَقَدْ اَتَى عَلَيْنَا زَمَانٌ اَوْ قَالَ حِيْنٌ وَمَا اَحَدٌ اَحَقُّ بِدِيْنَارِهٖ وَدِرْهَمِهٖ مِنْ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ ثُمَّ الْاٰنَ الدِّيْنَارُ وَالدِّرْهَمُ اَحَبُّ اِلٰى اَحَدِنَا مِنْ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَمْ مِّنْ جَارٍ مُّتَعَلِّقٍ بِجَارِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰذَا اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنِيْ فَمَنَعَ مَعْرُوْفَهٗ ۞

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ دینار و درہم کا سب سے زیادہ مستحق مسلمان بھائی کو سمجھا جاتا تھا۔ پھر اب ایسا زمانہ آگیا کہ دینار و درہم مسلمان بھائی سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی ایسے ہوں گے جنھوں نے اپنے پڑوسیوں کو پکڑ رکھا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اے رب! اس نے مجھے چھوڑ کر اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور مجھے اپنے احسان و سلوک سے محروم رکھا تھا۔ (درمنثور)

مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں پر ایسا بھی گزرا ہے جس میں روپیہ پیسہ اپنے مسلمان بھائیوں پر خرچ کرنے کا جذبہ تھا، اپنوں پر، غیروں اور پڑوسیوں پر خرچ کرتے جذبہ تھا اور انھیں اپنا مسلمان بھائی پیسے سے زیادہ محبوب تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ مسلمانوں کو بھائیوں کی نسبت پیسہ زیادہ محبوب ہو گیا۔ نہ اپنوں پر خرچ کرتے ہیں نہ دوسروں پر نہ پڑوسیوں پر۔ پڑوسیوں کو حاجت ہوتی ہے تب بھی ان کو نہیں دیتے۔ ان کو دیکھ کر دروازے بند کر لیتے ہیں ان کی حاجتیں پوری نہیں کرتے۔ قیامت کے دن بہت سے پڑوسی ایسے ہوں گے جو اپنے پڑوسی کو پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر کریں گے اور شکایت کریں گے کہ اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور مجھے

قریب نہ پھٹکنے دیتا تھا اور میری حاجت کا خیال نہ کرتا تھا لہذا پڑوسیوں کا خیال رکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پکڑ ہو جائے۔

۵۔ بہترین ہمسائے کا وصف

اپنے ہمسایوں سے نیک سلوک کرنا اللہ کی دوستی کی علامت ہے کیونکہ اللہ کے نیک بندے رضائے الٰہی کے پیش نظر ہمیشہ ہر ایک سے اچھا سلوک کرتے ہیں لہذا اللہ کے بندوں کی پہچان کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اللہ کے دوست وہی ہیں جو دوسروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ ایسے ہی بہترین پڑوسی وہ ہے جس کو تمام ہمسائے اچھا سمجھیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ ۞

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دوست خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے دوستوں کے لیے بہترین ہیں اور بہترین پڑوسی خدا کے نزدیک وہ ہیں جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہتر ہیں۔ (ترمذی)

انسان کا بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے لیے ہر حال میں بہتر ہو۔ یعنی ہر حال میں اس کے لیے خیر خواہی چاہنے والا ہو اور اس کے دکھ درد میں کام آنے والا ہو۔ اور ساتھی بھی نیک ہونا چاہیئے کیونکہ نیک ساتھی ہی اس کے لیے بہترین ساتھی ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہترین ہے اور اسی طرح بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے لیے بہتر ہو یعنی جو اپنے ہمسایہ کی ہر حال میں خیر خواہی چاہنے والا ہو اور اس کے دکھ درد میں شریک ہونے والا ہو۔ ایسا ہمسایہ نیک ہمسایہ ہی ہو سکتا ہے جو اپنے ہمسایہ کے لیے ہر حال میں بہتر ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہترین ہو گا۔ اس لیے کسی جگہ گھر بنانے سے پہلے وہاں کے ہمسایوں کو

دیکھ لو کہ وہ کیسے ہیں۔ یعنی جس جگہ بُرے لوگ رہتے ہوں وہاں گھر نہیں بنانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری اولاد یا ہم خود ان غلط لوگوں کی صحبت میں آکر اپنے ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ یا ہر وقت ان سے تکلیف ہی پہنچتی رہے جس سے بعد میں پچھتانا پڑے اس لیے فرمایا کہ کسی جگہ گھر بنانے سے پہلے وہاں کے رہنے والوں کو دیکھ لو اور بہترین نیک ہمسایوں کو اپنا ہمسایہ بناؤ جو تمھارے لیے دنیا و آخرت میں خیر خواہی چاہنے والا ہو اور ہر وقت تمھارے دکھ درد میں شریک ہونے والا ہو۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ وَالْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيُّ ۔

حضرت نافع بن عبدالحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کی خوش بختیوں میں سے یہ ہے کہ اسے دنیا میں وسیع مکان نیک ہمسایہ اور پسندیدہ سواری مل جائے (الادب المفرد)

تینوں چیزیں کسی خوش نصیب کو ہی حاصل ہوتی ہیں کہ اسے دنیا میں اللہ تعالیٰ وسیع مکان عطا فرمادے جو خوب کھلا اور ہوا دار ہو۔ چاروں طرف سے تازہ ہوا لگتی رہو۔ اور دینی دنیاوی کام بھی سہولت سے ادا ہوتے ہوں۔ تعلیم و تربیت کا کام بھی مناسب طریقے پر پورا ہوتا ہو تو ایسے مکان کو منجملہ سعادت کے شمار فرمایا اور اس کے بعد جس کو نیک ہمسایہ مل جائے جو اپنے ہمسایہ کی ہر حال میں خیر خواہی چاہنے والا ہو اور اس کے دکھ درد میں شریک ہونے والا ہو تو ایسا پڑوسی بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے بعد جس کو پسندیدہ سواری مل جائے کہ جب جی چاہے اور جہاں جی چاہے اس پر سفر کرے تو یہ بھی ایک نعمت سے کم نہیں۔

۶۔ حقِ ہمسائیگی کا معیار

ہمسایہ وہ ہے جو قریب میں رہتا ہو۔ حدیث پاک میں ہمسایہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْجَارِ؟

حضرت حسنؓ سے پوچھا گیا پڑوسی کون ہے؟

فَقَالَ اَرْبَعِيْنَ دَارًا اَمَامَهٗ وَاَرْبَعِيْنَ خَلْفَهٗ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ يَّسَارِهٖ ؂ — انھوں نے فرمایا چالیس گھر آگے چالیس گھر پیچھے چالیس داہنی طرف اور چالیس بائیں طرف (الادب المفرد)

زہری کہتے ہیں کہ چالیس گھروں سے مراد چالیس آگے کے، چالیس پچھواڑے کے اور چالیس بائیں طرف کے اور چالیس دائیں طرف کے گھر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہمسایہ کا حق فقط اسی چیز تک محدود نہیں کہ اسے ایذا نہ پہنچائیں اور ستایا نہ کریں بلکہ یہ کہ اس کے ساتھ نیکی کریں۔

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ ؂ — حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمسایہ نزدیکی کے باعث زیادہ حقدار ہے (بخاری)

ہمسایہ کے حقوق کی اہمیت کے بارے میں ایک اور حدیث یہ ہے،

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ ؂ — حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں سب سے پہلا جھگڑا پیش کرنے والے دو ہمسائے ہوں گے۔ (احمد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن اہلِ دوزخ کے بعد حقوق کی عدم ادائیگی سے متعلق جو معاملہ سب سے پہلے پیش ہوگا وہ ان دو ہمسایوں کا ہوگا جنھیں آپس میں ایک دوسرے سے ایذارسانی یا حقوق واجب الادا میں تقصیر و کوتاہی وغیرہ سے دوچار ہونا پڑا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ہمسایہ وہ ہے کہ جس کا ایک حق ہوتا ہے اور وہ ہے کافر ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہے جس کا دوہرا حق ہے۔ اور وہ ہے مسلمان ہمسایہ۔ اور ایک ہمسایہ وہ ہوتا ہے جس کے حقوق تین گنا ہوتے

ہیں - اور یہ وہ ہمسایہ ہے جو قرابت دار بھی ہوتا ہے ۔

فرمانِ نبوی ؐ ہے کہ عورت، گھر اور گھوڑے میں برکت اور نحوست ہے۔ عورت کی برکت تھوڑا مہر، آسان نکاح اور اس کا حسنِ خلق والا ہونا ہے۔ اس کی نحوست بھاری مہر، مشکل نکاح اور بد خلقی ہے۔ گھر کی برکت اس کا کھلا ہونا اور اس کے ہمسایوں کا اچھا ہونا ہے اور اس کی نحوست اس کا تنگ ہونا اور اس کے ہمسایوں کا برا ہونا ہے۔ گھوڑے کی برکت اس کی فرمانبرداری اور اچھی عادتیں ہیں اور اس کی نحوست اس کی بری عادتیں اور سوار نہ ہونے دینا ہے۔

ہمسایہ کا حق صرف یہ نہیں کہ آپ اس سے اس کی تکلیفیں دور کریں بلکہ ایسی چیزیں بھی اس سے دور کرنی چاہئیں کہ جن سے انھیں دکھ پہنچنے کا احتمال ہو۔ ہمسایہ سے دکھ دور کرنا، اسے دکھ دینے والی چیزوں سے دور رکھنے کے علاوہ کچھ اور بھی حقوق ہیں - اس سے نرمی اور حسنِ سلوک سے پیش آئے اس سے نیکی اور بھلائی کرتا رہے۔

ابن المقفع رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ تمھارا ہمسایہ سواری کے قرض کی وجہ سے اپنا گھر بیچ رہا ہے۔ ابن المقفع اس شخص کی دیوار کے سائے میں بیٹھتا تھا اس نے یہ سن کر کہا کہ اگر اس نے تنگ دستی کی وجہ سے اپنا گھر بیچ دیا تو گویا میں نے اس کی دیوار کے سایہ کی عزت نہیں کی۔ چنانچہ اس کے پاس رقم بھیجی اور کہلا بھیجا کہ اپنا گھر نہ بیچو۔

۷۔ ہمسایوں کو تحفہ دینا

ہمسایوں میں محبت اور تعلقات کی بہتری کے لیے ایک دوسرے ہمسائے کو تحائف دینے کی ترغیب دی گئی ہے اس طرح دلوں میں ایک دوسرے کا احترام اور الفت پیدا ہوتی ہے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو اس طرح اس کی تاکید کی ہے۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَسَلَّمَ قَالَ یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ ﴿ اے مسلمان عورتو! کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے کسی چیز کو حقیر نہ جانے اگرچہ بکری کا کھر ہی (تحفہ میں) ہو۔ (بخاری)

تحفہ خواہ قیمتی ہو یا معمولی ہو اسے حقیر نہیں جاننا چاہیئے کیونکہ تحفہ کی تہہ میں تحفہ پیش کرنے والے کے دلی جذبات کی وابستگی ہوتی ہے اس لیے تحفہ کو بصد شکریہ اور احترام قبول کرنا چاہیئے اس کا مطلب یہ ہے کہ تحفہ لینے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمسایوں میں تحائف دیتے وقت قریبی ہمسائے کا زیادہ حق ہے اس کے متعلق ارشادِ نبویؐ حسب ذیل ہے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّھِمَا اُھْدِیْ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْكَ بَابًا ﴿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے دو پڑوسی ہیں، کسے تحفہ بھیجوں۔ آپؐ نے فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔ (بخاری)

جس طرح رشتہ داروں میں سے حسنِ سلوک کا وہ زیادہ مستحق ہے جو رشتہ میں زیادہ قریب ہو یعنی جس سے رشتہ داری جس قدر قریب تر ہو اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا اسی قدر اہتمام کیا جائے اسی طرح پڑوسیوں میں سے جس کا گھر کا دروازہ آپ کے گھر کے دروازے سے زیادہ قریب ہو وہ حسنِ سلوک کا زیادہ مستحق ہے یعنی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا زیادہ اہتمام کیا جائے۔ اور زیادہ ہدیہ اسی کی طرف بھیجا جائے۔

الغرض ہمسایوں کی اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے جس قدر بھی عزت واحترام کیا جائے کم ہے۔ اللہ کا خاص بندہ بننے کے لیے ہمسایہ گیری کے لیے آداب کی لازماً پابندی کرنی چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے۔ جب وہ تجھ سے مدد طلب کرے اس کی مدد کر، اگر وہ تیری امداد کا طالب ہو تو اس کی امداد کر اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو اسے قرض دے اگر وہ مفلس ہو جائے تو اس کی حاجت روائی

کر۔ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کر، اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ اٹھا اگر اسے خوشی حاصل ہو تو مبارکباد کہہ۔ اگر اسے مصیبت پیش آئے تو اسے صبر کی تلقین کر۔ اس کے مکان سے اپنا مکان اونچا نہ بنا۔ تاکہ اس کی ہوا نہ رکے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو کوئی حرج نہیں، اسے تکلیف نہ دے۔ جب میوے خرید کر لائے تو اس کے گھر بطور تحفہ بھیج ورنہ خفیہ لے کر آ۔ میوے اپنی اولاد کے ہاتھ میں دے کر باہر نہ بھیج تاکہ اس کے بچے ناراض نہ ہوں۔ ہانڈی کی خوشبو سے اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ دے مگر یہ کہ ایک چلو شوربا اسے بھی بھیج دے۔

پھر آپ نے فرمایا جانتے ہو ہمسایہ کا کیا حق ہے؟ بخدا ہمسایہ کے حقوق کو کوئی پورا نہیں کر سکتا مگر جس پر اللہ نے رحمت کی ہو۔ اسی طرح عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے باپ اور دادا سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

جناب مجاہد رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا اور آپ کا غلام بکری کی کھال اتار رہا تھا آپ نے کہا اے غلام! جب بکری کی کھال اتار لے تو سب سے پہلے ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت دینا۔ آپ نے یہی بات متعدد بار کہی تو غلام نے کہا اب اور کتنی مرتبہ کہیں گے۔ تب آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں برابر ہمسایوں کے متعلق وصیت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہمسایوں کو وارث نہ بنا دیا جائے۔

۸۔ حکایت اُس رات تو سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دو چار لمحوں کے لیے بھی آنکھ نہ لگا سکے۔ سوتے بھی تو کیسے۔ رات بھر ساتھ والے مکان سے ایک بچے کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی، ایک تو رونا اور اس پہ بچے کا رونا۔ رقیق القلب لوگوں کے لیے تو سوہان روح ہوتا ہے۔ خدا خدا کر کے رات کٹی اور سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو سلطان بایزید پڑوسی یہودی کے دروازے پر کھڑے دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔ اندر سے آواز آئی کہ مرد صورت کوئی گھر میں موجود نہیں

سلطان نے اپنا تعارف کرایا اور خیریت دریافت کی ، یہودی کی بیوی نے بتلایا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے سفر پر گیا ہوا ہے۔ اس عرصے میں میرے ہاں ولادت ہوئی ہے رات بھر وہی بچہ روتا رہا ہے۔ سلطان نے بچے کے رونے کی وجہ دریافت کی تو عورت نے بتلایا کہ گھر میں اندھیرا رہتا ہے۔ میں ٹھہری پردہ نشین عورت ، مفلسی ایک مسلط ہے کوئی تیل لانے والا ہے نہ تیل منگانے کے لیے پیسے۔ تھوڑا بہت غلہ جو میرا شوہر جاتے وقت گھر میں رکھ گیا تھا اسی پر گزارا ہے۔ فجر کی اذان ہو چکی تھی۔ عورت کا جواب سن کر سلطان مسجد چلے گئے اس دن سے ایسا لگا جیسے کہ عورت کے گھر میں بہار آ گئی ہو۔ ضرورت کی ہر چیز سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے پہنچنے لگی شام ہوتی تو اللہ کا وہ ولی جسے دنیا آج تک سلطان العارفین کے نام سے جانتی اور مانتی ہے ہاتھ میں تیل کی کپی لیے یہودی کے دروازے پہ کھڑا رہتا کہ کہیں اس کا مکان تاریک نہ ہو جائے اور اس کا بچہ اندھیرے میں رونے نہ لگے۔ کئی مہینے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ یہودی پڑوسی سفر سے واپس آ گیا۔ وہ سوچتا آیا تھا کہ گھر میں تو بہت تکلیف ہوئی ہوگی کیونکہ میں خرچ محدود دے کر گیا تھا لیکن جب اس کی بیوی نے بتلایا کہ تکلیف اٹھانے کی نوبت نہ آئی اور سلطان بایزید اور ان کے گھر والے مسلسل اس کی اور اس کے بچے کی دیکھ بھال کرتے رہے تو یہودی بہت خوش ہوا۔ شکریہ ادا کرنے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میرے عزیز شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے تو اپنا فرض ادا کیا! اگر میں یہ نہ کرتا تو سخت گنہگار ہوتا کیونکہ ہمارے دین میں پڑوسی کے بڑے حقوق ہیں۔ یہودی نے سلطان بایزید کا ہاتھ تھام کر عرض کیا حضور مجھے بھی اسی دین کی چادر میں چھپا لو اور اسی کا کلمہ پڑھا دو جس کی غلامی کے سبب آج تم اس بلند مرتبے پر فائز ہو۔

۹۔ اچھائی اور برائی کا معیار کسی شخص کے اچھا یا برا ہونے کا ایک معیار یہ ہے کہ اگر اس کے ہمسائے اسے اچھا کہیں تو وہ اچھا ہوگا اور اگر اس کے ہمسائے اسے برا کہیں تو وہ برا ہوگا کیونکہ اسلام نے

اچھائی اور برائی کو پرکھنے کے لیے ہمسایہ کی رائے کو بڑی اہمیت دی ہے کہ جس قدر قریبی ہمسایہ اپنے ہمسائے کے بارے میں علم رکھتا ہے، دوسرا آدمی نہیں رکھ سکتا۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَاْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ ؛

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! مجھے کیسے علم ہو کہ میں نے بھلائی کی ہے یا برائی کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے ہمسائے کو کہتے ہوئے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی کی اور جب اپنے ہمسائے کو کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا سلوک کیا تو واقعی تم نے برا سلوک کیا۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں ایک عام اصول بیان کیا گیا ہے کہ جب ہم نے کسی کے بارے میں جاننا ہو کہ وہ آدمی کیسا ہے تو اس کے ہمسایوں سے دریافت کرنا چاہیئے۔ اگر ہمسایوں کی رائے اس کے حق میں ہو تو سمجھو کہ وہ آدمی اخلاق و کردار کے لحاظ سے اچھا ہے اگر ان کی رائے برعکس ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ آدمی اچھا نہیں اس کو پرکھنے کا معیار ہمسایوں کی رائے پر موقوف کر دیا گیا ہے۔

۱۰۔ ہمسایہ کی بیوی کی ناموس کی حفاظت

اپنے ہمسایوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کرنا فرض ہے اس لیے ہمسایہ کی بیوی کی ناموس کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ دوسرے کی بیوی کی عزت پر ہاتھ ڈالنا بہت بڑا جرم ہے کیونکہ برائی جس جگہ بھی کی جائے برائی ہو گی۔ لیکن اگر اس جگہ پر گناہ کیا جائے جہاں لازمی طور پر نیکی کرنی چاہیئے تھی تو ظاہر ہے کہ اس گناہ اور برائی کا درجہ عام گناہوں اور برائیوں سے زیادہ ہو گا۔ بدقسمت انسان اگر کسی پڑوس کی چوری کرے گا تو بہت برا کرے گا۔ ایسی حرکات بڑی شرمناک ہوتی ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت مذمت کی ہے لہذا ہمسایہ کی بیوی پر نہ خود دست درازی کرے اور نہ کسی اور کو کرنے دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا بہت بڑا گناہ ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَنْ تَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَیُّ؟ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ۔ قَالَ ثُمَّ اَیُّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقَهَا وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۝ الاٰية۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! رب تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا۔ میں نے دریافت کیا کہ اس کے بعد کونسا گناہ کبیرہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس لیے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے ایک اور سوال کیا کہ اس کے علاوہ اور کونسی چیز گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تو ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان امور کی تصدیق کتاب ہدایت میں فرمائی ہے (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس نفس کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے۔ آخر آیت تک۔ (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمسایہ کی بیوی کی عفت وعصمت کی حفاظت کرنا حقوق ہمسایہ میں سے ہے۔

عَنْ مِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ يَقُوْلُ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے

سَأَلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابَہٗ عَنِ الزِّنَا - قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ فَقَالَ لِاَنْ یَّزْنِیَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَۃٍ اَیْسَرُ عَلَیْہِ مِنْ اَنْ یَّزْنِیَ بِامْرَاَۃِ جَارِہٖ وَسَاَلَھُمْ عَنِ السَّرِقَۃِ قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَھَا اللّٰہُ عَزَّوَ جَلَّ وَرَسُوْلُہٗ فَقَالَ لِاَنْ یَّسْرِقَ مِنْ عَشَرَۃِ اَھْلِ اَبْیَاتٍ اَیْسَرُ عَلَیْہِ مِنْ اَنْ یَّسْرِقَ مِنْ بَیْتِ جَارِہٖ :

ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زنا کے بارے میں معلوم کیا اور کہنے لگے کہ وہ حرام ہے اللہ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص دس عورتوں سے اگر زنا کرے تو اس کا گناہ اس سے کم ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے صحابہؓ نے چوری کے بارے میں بھی دریافت کیا اور کہنے لگے کہ وہ حرام ہے اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دس گھروں سے چوری کرے تو اس کا گناہ اس سے کم ہے کہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔

(ادب المفرد)

اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسائے کے ساتھ برائی کرنے پر گناہ کی زیادتی کا ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرتا ہے تو اس کو اتنا بڑا گناہ ہوتا ہے کہ اگر وہ دوسری غیر ہمسایہ دس عورتوں کے ساتھ زنا کرتا تو اس کو اتنا گناہ نہ ہوتا جتنا اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنے کا گناہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص دس گھروں میں چوری کرتا ہے تو اتنا گناہ نہیں ہوتا جتنا اپنے ہمسائے کے گھر کی چوری کرنے پر ہوتا ہے۔ جتنا گناہ زیادہ ہوگا اتنی ہی آخرت میں سزا بھی زیادہ ہوگی۔

۱۱۔ ہمسایوں کو اذیت دینے کی ممانعت

ہمسایوں کو مارنا پیٹنا یا کسی اور طریقے سے دکھ اور تکلیف

پہنچانا گناہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ٭

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی مامون نہ ہو۔ (بخاری)

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ہمسایہ کو ایذا نہ دی جائے۔ بلکہ درحقیقت اہل ایمان وہی ہیں جن کے پڑوسی ان سے راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمسایوں کی عزت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن درویش ہمسایہ اپنے امیر ہمسایہ سے الجھے گا اور خدا سے فریاد کرے گا کہ اے پروردگار! اس سے مواخذہ کیا جائے کہ یہ میرے ساتھ نیکی کرنے سے کیوں گریز کرتا رہا اور اس کے گھر کا دروازہ مجھ پر ہمیشہ بند کیوں رہا۔ ایک اور حدیث میں یہی تاکید یوں فرمائی گئی ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمَ بَیْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَیْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَّا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الدِّیْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّیْنَ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو بھی اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسے تمہارے درمیان روزی تقسیم فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا دیتا ہے جس سے محبت کرے اور جس سے محبت نہ کرے لیکن دین اسی کو دیتا ہے جس سے محبت کرے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا اسے پسند

فَقَدْ اَحَبَّهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰی یُسْلِمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَ لَا یُؤْمِنُ حَتّٰی یَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ؏

فرمایا. قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان ہو جائے اور ایمان والا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ بے خوف نہ ہو۔

(احمد، بیہقی)

؏

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا کردار اور رویہ ایسا ہو کہ اس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور بدکاریوں سے خائف رہتے ہوں تو وہ اپنی اس بدکرداری کی سزا پائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِیْ جَارًا یُؤْذِیْنِیْ فَقَالَ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَتَاعَكَ اِلَى الطَّرِیْقِ فَانْطَلَقَ فَاَخْرَجَ مَتَاعَهٗ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ فَقَالُوْا مَا شَانُكَ؟ قَالَ لِیْ جَارٌ یُؤْذِیْنِیْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَتَاعَكَ اِلَى الطَّرِیْقِ فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ اَللّٰهُمَّ اَخْزِهٖ فَبَلَغَهٗ فَاَتَاهُ فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى مَنْزِلِكَ فَوَ اللّٰهِ لَا اُوْذِیْكَ ؏

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے تکلیف دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنا سامان (گھر سے) نکال کر راستہ میں رکھ دو۔ وہ گیا اور اپنا سامان نکال کر راستہ میں رکھ دیا۔ لوگ وہاں جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے یہ کیا ہوا۔ اس نے کہا میرا پڑوسی مجھ کو تکلیف دیتا ہے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر بتایا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے سامان کو گھر سے نکال کر راستہ میں ڈال دو یہ بات سن کر لوگ کہنے لگے اے اللہ! اس پر لعنت کر، اے اللہ اس کو رسوا کر۔ یہ بات جب ہمسائے تک پہنچی تو اس نے کہا کہ اپنے گھر میں لوٹ آؤ، خدا کی قسم اب تمہیں کبھی تکلیف نہ دوں گا۔ (الادب المفرد)

؏

حدیث میں پڑوسی کی تکلیفوں سے بچنے کی ایک تدبیر بتلائی اور وہ یہ کہ سامان گھر سے باہر نکال دینے کو فرمایا۔ لوگوں نے دیکھا تو تکلیف دینے والے پڑوسی پر لعنت ملامت کرتے رہے۔ جس سے اس نے محسوس کر لیا کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف دینا صرف اسی کو تکلیف دینا نہیں ہے کہ اس کا وبال مجھ پر بھی پڑنے والا ہے اور دوسرے مسلمانوں کی نگاہ میں بھی برا بن رہا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ اٰذٰی جَارَهٗ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ حَارَبَ جَارَهٗ فَقَدْ حَارَبَنِیْ وَمَنْ حَارَبَنِیْ فَقَدْ حَارَبَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ۞

جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے خدا کو تکلیف دی اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔ (ترغیب)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے پڑوسی اور ہمسایہ کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اور جو پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ گویا خدا اور رسول کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے ہمسایوں کو ستانا درست نہیں۔ اس لیے اپنے پڑوسیوں کو بلا وجہ گالیاں دینا یا تنگ کرنا یا آوازے کسنا یا بلا وجہ نفرت کرنا ناجائز اور خلافِ اسلام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہمسایہ کو ستانے سے منع فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ ۞

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ (بخاری و مسلم)

اللہ کے نیک بندوں کا ہمیشہ یہی طرزِ عمل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو ستاتے نہیں بلکہ اگر کوئی انھیں ستائے تو صبر کرتے ہیں اور اپنے آرام کو قربان کر کے دوسروں کو

راحت پہنچاتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ چوہوں کی وجہ سے بہت پریشان رہتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ بلی کیوں نہیں رکھ لیتے کہ یہ کم بخت آپ کے گھر سے بھاگ جائیں۔ بزرگ نے جواب دیا کہ بلی اس لیے نہیں رکھتا کہ اس سے ڈر کر چوہے ہمسایہ کے گھر میں جا گھسیں گے۔ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جس چیز کو میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا اسے ہمسایہ کے لیے پسند کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ؎

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ بے خوف نہیں ہوتا۔ (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کو ستانا حرام ہے۔ پڑوسی کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةً تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلٰوتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةً تُذْكَرُ قِلَّةَ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! فلاں عورت کا بہت نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور خیرات کرنے کا چرچا ہے مگر وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسی کو تکلیف دیتی ہے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ عرض گزار ہوا کہ فلاں عورت کم روزے رکھتے، کم صدقہ دینے اور کم نمازیں پڑھنے میں مشہور ہے وہ پنیر کے ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے لیکن زبان سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔ (احمد، بیہقی)

۔۔۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِيْ دَارِ الْمُقَامِ فَاِنَّ جَارَ الدُّنْيَا يَتَحَوَّلُ ‪:‬

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک یہ دعا بھی تھی کہ اے اللہ! بلا شبہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُرے پڑوسی سے جو مستقل جائے قیام کے ساتھ رہتا ہو کیونکہ جنگل کا ساتھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے۔ (الادب المفرد)

دار المقام (مستقل رہنے کی جگہ) سے وہ مکان اور محلہ مراد ہے جہاں مستقل رہائش ہو، وہاں کے بُرے پڑوسی سے پناہ مانگی کیونکہ اس کے ساتھ زندگی بھر رہنا ہے اور اس کی تکلیفوں سے چارہ نہیں۔ پوری عمر تکلیفیں سہنا اور برداشت کرنا بڑے ابتلا کی بات ہے اگر سفر میں کسی کا ساتھ ہو جائے جو عموماً جنگل میں ساتھ ہو جاتا ہے تو اس سے اتنا زیادہ خوف نہیں کیونکہ وہ تھوڑی سی دیر کا مسئلہ ہوتا ہے۔ سفر ختم ہوا اور بُرا ساتھی بھی جُدا ہوا۔ (الادب المفرد)

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهٗ وَاَخَاهُ وَاَبَاهُ ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ آدمی اپنے ہمسایوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے باپ کو قتل نہ کرے۔ (الادب المفرد)

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ دنیا میں ایسے ایسے پڑوسی بھی ہونگے جو اپنے پڑوسی کو قتل کر دیں گے۔ پڑوسی تو پڑوسی اپنے بھائی اور باپ کو بھی نہ چھوڑیں گے ان کا بھی خون کر دیں گے۔

عَنْ اَبَا عَامِرِ الْحِمْصِيِّ قَالَ كَانَ ثَوْبَانُ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلَيْنِ يَتَصَارَمَانِ فَوْقَ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَيَهْلِكُ اَحَدُهُمَا فَمَاتَا وَهُمَا

حضرت ابوعامر الحمصی سے روایت ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بھی دو آدمی تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھیں پھر ان میں سے ایک مر جائے یا دونوں ہی اسی حالت میں مر جائیں تو

عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الْمُصَادَمَةِ اِلَّا هَلَكَا جَمِیْعًا وَمَا مِنْ جَارٍ یَظْلِمُ جَارَهٗ وَیَقْهَرُهٗ حَتّٰی یَحْمِلَهٗ ذٰلِكَ عَلٰی اَنْ یَّخْرُجَ مِنْ مَنْزِلِهٖ اِلَّا هَلَكَ ۞	دونوں ہلاک ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ جو بھی کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی پر ظلم اور زیادتی کرے گا یہاں تک کہ اسے اس پہ آمادہ کر دے کہ وہ اپنے گھر سے نکل جائے تو یہ تکلیف دینے والا ہلاک ہو جائے گا۔ یعنی آخرت کے عذاب میں پڑے گا

(الادب المفرد)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہمسایہ یہودی تھا اس کے گھر کی ایک دیوار شق ہو گئی اور کوڑا کرکٹ آپ کے مقدس گھر میں جمع ہو جاتا۔ یہودی کی اس عورت نے اطلاع دی وہ آپ سے معذرت کرتے حاضر ہوا۔ آپؓ نے فرمایا میرے نانا جان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے ہمسائے کی عزت و تکریم کرو، اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ یہ کلمات سنتے ہی وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

حقوقِ یتامیٰ

اللہ کی شان بڑی نرالی ہے اگر وہ چاہے تو عرصہ دراز تک اولاد کے سر پر باپ کا سایہ قائم رکھے اور کسی کے سر سے جب چاہے باپ کا سایہ اٹھا لے۔ اس کی حکمت وہی جانتا ہے جن بچوں کے والدان کے بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں ان کو یتیم کہا جاتا ہے وہ چونکہ اکیلے اور تنہا رہ جاتے ہیں اس لیے بھی انھیں یتیم کہا جاتا ہے۔ اولاد کے لیے والدین کا اور بالخصوص والد کا سہارا نہایت ہی اہم ہے۔ جس کا نعم البدل دوسرے رشتہ دار نہیں بن سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یتیموں پر خصوصی توجہ دینے کا حکم دیا ہے تاکہ ان کی تربیت اور پرورش والدین کی طرح آغوشِ محبت میں ہو جائے۔ کیونکہ اولاد کے لیے جو ہمدردی والدین کے دل میں ہوتی ہے اور کسی کے دل میں نہیں ہو سکتی۔

کلامِ الٰہی میں یتیم کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْـنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین اور رشتہ دار، اور یتامیٰ اور مساکین سے احسان کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز پابندی سے پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر تم اس عہد سے پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے قائم رہے اور یہ کہ تم پھر جانے والے تھے۔

(پ ۱ - بقرہ ، ۸۳)

فرمان الٰہی کے مطابق یتیم سے احسان یعنی خیر خواہی کرنے کے لیے کہا گیا ہے جس کا مفہوم بڑا جامع ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یتامیٰ کے ساتھ تم جس طرح کی بھی بھلائی کر سکتے ہو کرو۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ — پس یتیم پر دباؤ نہ ڈالو۔ (ضحیٰ: ۹)

ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ○

اور وہ اللہ کی محبت کی بنا پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کے نزدیک کھانا کھلانے کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور اس کے عوض نہ ہم تم سے کوئی جزا اور نہ شکر گزاری چاہتے ہیں۔

(پ ۲۹۔ الدھر ۸ ۔ ۹)

مزید فرمایا

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○

یا افلاس کے دنوں میں کھانا کھلانا ہے یعنی یتیم رشتہ دار کو کھانا کھلانا ہے یا تنگدست مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ (پ ۳۰، بلد ۱۴-۱۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں یتیموں کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے۔ حقوق کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

یتیموں سے حسنِ سلوک

یتیموں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے مرحوم والد کی شفقت کا نعم البدل محسوس کریں کیونکہ والدین کے دل میں اولاد کے لیے فطری طور پر ایک ایسا پیار اور محبت بھرا جذبہ ہوتا ہے جس سے اولاد فرحت اور راحت محسوس کرتی ہے اس لیے یتیموں سے ایسا مشفقانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس شفقت سے وہ اپنے آپ کو محروم سمجھتے ہوں۔ انھیں وہ میسر رہے۔ اس لیے یتیم کو گود میں لینا، ان کا بوسہ لینا ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرنا، انھیں بات بات پر جھڑکی نہ دینا۔ اگر ان سے

کوئی غلطی یا نقصان ہو جائے تو انھیں محبت بھرے لہجے سے سمجھانا، سب حسن سلوک کے زمرے میں شمار ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایوں اور دور کے ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو تمھاری ملکیت میں ہوں ان سب سے احسان کرو۔ بیشک اللہ بڑائی مارنے والوں تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(پ ۵۔ نساء: ۳۶)

یتیموں کی پرورش کرنا، ان کی عمدہ طریقے سے اخلاقی اور مذہبی تربیت کرنا۔ مذہبی تہواروں پر ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا، ان کی ضروریات کی چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں فراہم کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اگر یتیم گھر میں آپ کی اولاد کے ساتھ رہتے ہوں تو ان کو اپنی اولاد کی طرح چاہنا، یہ سب احسان میں شامل ہے۔

ایک اور جگہ پر فرمایا گیا ہے کہ یتیم کو دھکے نہ دینے چاہئیں بلکہ برے لوگ یتیموں کو دھکے دیتے ہیں یعنی ان سے برا سلوک کرتے ہیں۔

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۙ

پس یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ (پ ۳۰۔ ماعون: ۲)

برے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی یتیم ان کے پاس ہمدردی کا طالب بن کر آتا ہے تو اسے اس کی بدحالی پر رحم نہیں آتا۔ اس کی بے کسی دیکھ کر

اس کا دل نرم نہیں ہوتا بلکہ نفرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا ہے اور اسے دھکے دے کر اپنے ہاں سے نکالتا ہے۔ برے لوگوں کے اسی بد اخلاق رویے کو ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ۝

ایسا نہیں بلکہ تم یتیم کی تکریم نہیں کرتے ہو۔ (پ ۳۰۔ فجر: ۱۷)

یہاں بتایا گیا ہے کہ برے لوگوں کی ایک برائی یہ بھی ہے کہ وہ یتیم کے ساتھ رحمت اور شفقت کا سلوک نہیں کرتے۔ جس حد تک ان کی عزت کرنی چاہیئے وہ بھی نہیں کرتے بلکہ ان کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی برائی کا ذکر کر کے انھیں اس طرف رغبت دلائی ہے کہ یتیموں کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔

یتیموں سے حسنِ سلوک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث حسبِ ذیل ہیں:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ إِلَى الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور کالے رخساروں والی عورت قیامت میں ایسے ہوں گے اور یزید بن زریع نے درمیانی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا یعنی وہ جاہ و جمال والی عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا اور اس نے اپنے نفس کو یتیم بچوں کی وجہ سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہوگئے یا مر گئے۔ (ابوداؤد)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ اَوْ لِغَيْرِهٖ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَاَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى ۔

یتیم کی پرورش کرنے والا خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔ راوی نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (مسلم)

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ يَتِيْمٍ لَمْ يَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ كَانَ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ تَمُرُّ عَلَيْهَا يَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَّمَنْ اَحْسَنَ اِلٰى يَتِيْمَةٍ اَوْ يَتِيْمٍ عِنْدَهٗ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَقَرَنَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے تو اللہ تعالے ہر اس بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھرے نیکیاں لکھ دیتا ہے اور جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے جو اس کے پاس ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیاں ملائیں۔ (ترمذی)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُحْسَنُ اِلَيْهِ وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِيْنَ بَيْتٌ فِيْهِ يَتِيْمٌ يُسَاۤءُ اِلَيْهِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان گھرانوں میں بہترین گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ نیکی کی جاتی ہو۔ اور مسلمانوں کا برا گھر وہ ہے جس گھر میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو (ابن ماجہ)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ امْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی۔ فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔ (احمد)

یتیموں کی پرورش وتربیت

یتیموں کا ایک حق یہ ہے کہ ان کی بہتر طریقے سے پرورش کی جائے۔ یتیم جن لوگوں کی زیر کفالت ہوں ان کو چاہیے کہ ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ یتیم بچوں کو اپنی استطاعت کے مطابق اپنی اولاد کی طرح لکھایا پڑھایا جائے اگر صاحب حیثیت ہوں تو ان کے تعلیمی اخراجات بھی برداشت کریں۔ تعلیم کے ساتھ ہی انھیں اچھے اخلاق وآداب بھی سکھائیں۔ اگر کسی بچے نے قرآن نہ پڑھا ہو تو اس کی دینی تعلیم کا بھی اہتمام کریں تاکہ وہ جوان ہو کر معاشرے کے اچھے افراد بن سکیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ،

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

اور آپؐ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپؐ فرمائیے کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم ان کا خرچ دینے میں ملا لو تو وہ تمھارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے کہ خرابی کرنے والا کون ہے اور اصلاح کرنے والا کون۔ اور اگر خدا چاہتا تو تمھیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔ (البقرہ : ۲۲۰)

یتیموں کی اصلاح کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یتیم بچے جن رشتہ داروں کی زیر کفالت ہوں انھیں چاہیے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہیں یعنی ان کی تربیت میں قطعاً کوتاہی نہ کریں، ان میں اچھے اخلاق پیدا کریں انھیں تعلیم دلوائیں۔ انھیں آدابِ زندگی سکھائیں۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے انھیں اچھا بنانے کی کوشش کریں۔ اس کے بارے میں ارشاداتِ نبویؐ حسبِ ذیل ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ قَالَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی یَتِیْمًا اِلٰی طَعَامِہٖ وَشَرَابِہٖ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ اَلْبَتَّۃَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا یُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَہُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَہُنَّ وَرَحِمَہُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَہُنَّ اللّٰہُ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوِ اثْنَیْنِ قَالَ اَوِ اثْنَیْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا اَوْ وَاحِدَۃً لَقَالَ وَاحِدَۃً وَمَنْ اَذْھَبَ اللّٰہُ بِکَرِیْمَتَیْہِ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا کَرِیْمَتَاہُ قَالَ عَیْنَاہُ ۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اپنے کھانے اور پینے میں یتیم کو شامل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کر دیتا ہے مگر جبکہ ایسا گناہ کرے جو بخشا نہ جائے اور جو تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے انھیں ادب سکھائے اور ان پر شفقت رکھے یہاں تک کہ انھیں ضرورت نہ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ ایک شخص عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! اگر دو ہوں؟ فرمایا اگرچہ دو ہوں۔ یہاں تک کہ لوگ عرض گزار ہوئے اگر ایک ہو؟ فرمایا اگرچہ ایک ہو۔ اور جس شخص کی دو پیاری چیزیں اللہ تعالیٰ چھین لے اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! دو پیاری چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا کہ دو آنکھیں

(شرح السنۃ)

یتیم کو اپنے روزمرہ کے کھانے پینے میں شامل کر لینے سے جنت کا حاصل ہونا لازم ہو جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَبَضَ یَتِیْمًا مِنْ بَیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی طَعَامِہٖ وَشَرَابِہٖ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان یتیم کے کھانے پینے کی کفالت کرے اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت میں داخل کرے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا

الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ يَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ لَهٗ ۞ — عمل کرے جس کی بخشش نہ ہو۔ (ترمذی)

یتیم کے طعام و قیام کا بندوبست کرنے والا جنت میں جائے گا یعنی یتیموں کی کفالت کا انعام کتنا بڑا ہے۔ اس طرح اگر کسی کو یتیم کی کفالت کا موقع ملے تو اسے کبھی ہاتھ سے جانے نہ دے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ۞

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ یتیم اپنا ہو یا غیر، جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی شہادت والی اور درمیانی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ (بخاری)

یتیم کی کفالت کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا اعزاز بھی حاصل ہوگا یعنی وہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قرب میں ہوگا یہ بھی بہت بڑا اعزاز ہے جو یتیم کی پرورش کی وجہ سے حاصل ہوگا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَةً مِّنَ الْاَيْتَامِ كَانَ كَمَنْ قَامَ لَيْلَهٗ وَصَامَ نَهَارَهٗ وَغَدَا وَرَاحَ شَاهِرًا سَيْفَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ اَخَوَيْنِ كَهَاتَيْنِ اُخْتَانِ وَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے تین یتیموں کو پالا پوسا تو وہ ایسا ہی ہے جیسا رات بھر عبادت کرتا رہا ہو، دن میں روزے رکھتا ہو۔ اور صبح و شام تلوار لے کر جہاد کرتا رہا ہو۔ اور یاد رکھو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ پھر آپ نے درمیانی اور شہادت

اَنْصَقَ اِصْبَعَیْهِ السَّبَّابَةَ کی انگلی کو ملا کر دکھایا۔
وَالْوُسْطٰی ۞ (ابن ماجہ)

تین یتیموں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا اتنا زیادہ ثواب ہے جتنا کہ کوئی عابد رات بھر عبادت کرتا ہو اور دن کو روزہ رکھتا ہو اور صبح و شام جہاد کرتا ہو یہ بھی بہت بڑا انعام ہے۔ غرضیکہ اس طرح یتیم کی پرورش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے تاکہ لوگ یتیموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے داؤد! یتیم کے لیے مہربان باپ کی طرح، اور مفلس بیوہ کے لیے مہربان شوہر کی طرح ہو جا اور جان لے کہ جیسا بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا یعنی تو جیسا کرے گا ویسا ہی تجھ سے کیا جائے گا کیونکہ آخر ایک دن مرنا ہے۔ تیری اولاد کو یتیم اور بیوی کو بیوہ ہونا ہے۔

یتیموں کی مالی معاونت

جو لوگ مالدار ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اور دوسرے یتیموں کی مالی امداد کرتے رہا کریں کیونکہ یتیم بچے بچیوں کا ذریعہ معاش تو ہوتا نہیں مگر ضروریاتِ زندگی کے لیے مال تو درکار ہوتا ہے اس لیے اسلام میں مالداروں کے لیے ضروری ہے کہ یتیموں کی مالی امداد کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۞

اے محبوب! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ فرما دیجیے جو جا ہو خرچ کرو لیکن ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو۔ اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے۔ (بقرہ: ۲۱۵)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق جن لوگوں کی مالی اعانت کی تاکید فرمائی گئی ہے ان میں یتامٰی بھی شامل ہیں۔ اگر کسی کے پاس یتیم لوگ غربت اور افلاس کا شکار ہوں

اور وہ مالدار ہوتے ہوئے ان کی مدد نہ کرے تو یہ ان کی حق تلفی ہوگی جو اللہ کو ناپسند ہے۔ اس لیے جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں مال دینے لگے تو مندرجہ بالا فرمان کے مطابق درجہ بدرجہ ان پر خرچ کرے جنھیں دینے کے لیے اللہ نے فرمایا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا ہے کہ:

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى	اور جو اپنا پیارا مال ہو اسے رشتہ داروں
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ	اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ	اور غلام آزاد کرانے میں خرچ کیا جائے۔
فِى الرِّقَابِ ج	(پ ۲- بقرہ : ۱۷۷)

مال و دولت ہر شخص کو پیارا لگتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے کثرت میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ میرا عطا کردہ مال میری مخلوق کے لیے خرچ کرو تاکہ میں اس کا تمھیں بہتر اجر دوں۔ جن لوگوں پر اللہ کا حصہ خرچ کرنا ہے ان میں رشتہ دار، یتیم، مسکین، مسافر، سائلین اور غلام شامل ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ	اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت سے حاصل
شَىْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ	ہو تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس
لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَ	کے رسول اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں
الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ	اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔
السَّبِيْلِ	(پ ۱۰- انفال : ۴۱)

غنیمت کا مال جب مسلمانوں کو حاصل ہو تو اس میں سے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو دیا جائے۔ اس بات کی ایک اور مقام پر یوں بھی ترغیب دی گئی ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ	جو مال غنیمت اللہ نے اپنے رسولؐ کو
مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ	بستیوں والوں سے دلوایا تو وہ اللہ اور اس کے

لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ لا کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃًم بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ق وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ہ ‌ۚ	رسول کے لیے ہے اور رشتہ داروں، اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال تمہارے دولتمندوں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے اور جو کچھ رسولؐ تمہیں عطا فرمائیں اسے خوشی سے قبول کرلو اور جس چیز سے وہ تمہیں منع کریں بس رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (پ ۲۸۔ حشر ۷)

ابوعمارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن رحؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے مسلمانوں کا ایسا زمانہ پایا ہے بلاشبہ ایک آدمی ان میں سے جب صبح کرتا تھا تو (اپنے گھر والوں سے) کہتا تھا اے گھر والو! اے گھر والو! اپنے یتیم کا خیال رکھو، ان کو کھلاؤ ان کی خدمت کرو۔ اور اے گھر والو، اے گھر والو! اپنے مسکینوں کا خیال رکھو اور اے گھر والو! اے گھر والو! اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔ اور تمہارے اچھے لوگ جلدی جلدی اس دنیا سے جا رہے ہیں اور تم ہر دن گھٹیا اخلاق اختیار کرتے جا رہے ہو اور میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ آج کل یہ دور ہے کہ جب تم کسی فاسق کو دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے جو تیس ہزار (درہم و دینار گناہوں میں خرچ کرکے) دوزخ میں جا رہا ہے۔ اس شخص کو کیا ہوا اللہ اس کا برا کرے، اس نے اپنا وہ حصہ جو اللہ سے ثواب کی صورت میں مل سکتا تھا معمولی سی قیمت میں اسے بیچ دیا (یعنی اتنا بڑا بھاری مال ذرا سے نفس کے مزے میں لگا دیا) اور اگر تو کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جس نے اپنا کھلیان شیطان کی راہ میں خرچ کرکے ضائع کردیا۔ تو ایسا شخص بھی دیکھ سکتا ہے۔ نہ تو خود اس کے نفس میں کوئی واعظ ہے جو اسے نصیحت کرے، نہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو اسے صحیح راہ پر لائے۔

یتیموں کے مال کی حفاظت

یتیم کے مال کی حفاظت کرنا اس کے سرپرست کے ذمے ہے۔ بعض یتیم بچوں کی بے شمار جائداد ہوتی ہے جو انھیں وراثت میں ملتی ہے ان کے مال کو بڑے احسن طریقے سے خرچ کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی کسی بہانے سے خود کھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ○

اور یتیموں کی پرورش کرتے رہو حتیٰ کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پس اگر تم ان میں عقلمندی دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کردو اور اسے فضول خرچی کے ذریعے نہ کھاؤ، اور نہ ہی جلد بازی میں اڑا لے جاؤ، کہ وہ بڑے ہو کر اپنا مال تم سے واپس لے لیں گے اور جو غنی ہو وہ اس سے بچے اور جو ضرورتمند ہو اسے چاہیئے مناسب طریقے سے ان کے مال کو مصرف میں لائے۔ پھر جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ بنا لو۔ اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔ (نساء:۶)

یہاں فرمایا گیا ہے کہ یتیموں کی دیکھ بھال ان کے جوان ہونے تک رکھو۔ اس وقت تک اگر ان کا مال تمھاری نگرانی میں ہو تو اب اسے ان کے سپرد کردو کیونکہ اب وہ جوان ہو کر اس کی حفاظت کرنے کے خود قابل ہو گئے ہیں اور یتیموں کو جب ان کا مال واپس دیا جائے تو اس وقت اس پر گواہ بنا لیے جائیں:

مزید ارشاد ہے،

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج — طریقے سے جو احسن ہو۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔ (پ ۸۔ انعام: ۱۵۲)

یہ حکم دیا گیا ہے کہ یتیموں کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کی کوشش نہ کرو بلکہ ان کو فائدہ پہنچانے کے کاروبار میں اس طریقے سے لگا سکتے ہو جس سے انھیں فائدہ حاصل ہو۔ اور ان کے مال کی بڑے عمدہ طریقے سے حفاظت کرو۔ اور جب وہ صاحبِ عقل ہو جائیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ اس طرح یتیموں کا مال بالکل باحفاظت طریقے سے ان کو مل جائے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے مال کی حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔

یتیم کے مال کو اس وقت آپ اپنے ذاتی مصرف میں لا سکتے ہیں جبکہ آپ خود انتہائی غریب ہوں اور جب بقدرِ غربت دور ہو جائے تو پھر مال استعمال میں لانا جائز نہیں۔ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ ضابطہ حسبِ ذیل ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فَقِیْرٌ لَیْسَ لِیْ شَیْءٌ وَّلِیْ یَتِیْمٌ فَقَالَ کُلْ مِنْ مَّالِ یَتِیْمِكَ غَیْرَ مُسْرِفٍ وَّلَا مُبَادِرٍ وَّلَا مُتَاثِّلٍ ○

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد ماجد سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا میں غریب ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں اور میرے پاس ایک یتیم ہے۔ فرمایا کہ اپنے یتیم کے مال سے کھا لو لیکن اسراف نہ کرنا جلدی نہ کرنا اور مال جمع نہ کرنا۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

یتیموں کا مال کھانے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے یتیموں کا مال کھا جانے سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے بلکہ اسے ظلم قرار دیا ہے جو ایسا کرے گا وہ گویا کہ حرام مال کھائے گا جس کی بنا پر اسے آخرت میں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا یہ کتنی بڑی سزا ہو گی۔ اس لیے کبھی

بھی یتیم کا مال کھانے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ اس کے بارے میں قرآنی آیات مندرجہ ذیل ہیں :

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○

اور یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ مال کو اپنے برے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے ۔ (نساء : ۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ○

بیشک جو لوگ ظلم کر کے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ڈالتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے ۔ (النساء : ۱۰)

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔ (بنی اسرائیل : ۳۴)

بسا اوقات انسان بے خوف ہو کر دوسرے کے مال اور اولاد میں تصرف کرتا ہے کہ اسے اچانک موت آلیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اس کے مال اولاد خاندان اور تمام تعلقات کی ویسی ہی جزا دیتا ہے جیسا سلوک اس نے دوسرے کے ساتھ کیا ہوتا ہے اگر اچھا سلوک کیا ہوتا ہے تو اچھی جزا۔ اور اگر برا سلوک کیا ہوتا ہے تو بری سزا ملتی ہے ۔ لہذا ہر عقلمند کو چاہیئے کہ اگر اس کے دل میں دین کا خوف نہ ہو تب بھی اسے اپنی اولاد اور مال کی خاطر خوف کرنا چاہیئے اور یتیموں کے مال کو جو اس کی سرپرستی میں ہیں ایسے خرچ کرے جیسے وہ اپنی اولاد کے مال میں ان کے یتیم ہونے کی صورت میں ان کے سرپرست سے خرچ کرنے کی امید رکھتا ہے۔

یتیموں کا مال نہ کھانے کے بارے میں چند احادیث حسب ذیل ہیں :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

قَوْلُهُ تَعَالٰی: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" وَقَوْلُهُ تَعَالٰی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا۔ اَلْاٰیَۃَ۔ اِنْطَلَقَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ یَتِیْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَہٗ مِنْ طَعَامِہٖ وَشَرَابَہٗ مِنْ شَرَابِہٖ فَاِذَا فَضَلَ مِنْ طَعَامِ الْیَتِیْمِ وَشَرَابِہٖ شَیْءٌ حُبِسَ لَہٗ حَتّٰی یَاْکُلَہٗ اَوْ یَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِکَ عَلَیْهِمْ فَذَکَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ ؂

جب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا "اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقے سے" (۶: ۱۵۲) اور ارشاد باری "وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں" (۴: ۱۰) تو جس کے پاس بھی کوئی یتیم تھا اس نے اس کا کھانا اور پینا اپنے کھانے اور پینے سے ایک طرف کر دیا۔ جب یتیم کے کھانے یا پینے کی چیز سے کچھ بچ رہتا تو اسی کے لیے رکھ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ کھا لیتا یا خراب ہو جاتا۔ یہ لوگوں پر گراں گزرا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا "اور آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر اپنا اور ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمھارے بھائی ہیں" (۲: ۲۲۰) پس لوگوں نے ان کے کھانے پینے کی چیزیں اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں ملا لیں۔ (ابو داؤد)

؂

حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ عدل کرے گا تو انھیں جنت میں داخل نہ کرے گا اور نہ ہی انھیں جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے دے گا۔ شرابی، سود خوار ناحق یتیموں کا مال کھانے والا اور والدین کا نافرمان

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِیْفَیْنِ اُلْیَتِیْمِ وَالْمَرْاَۃِ ؛

اے اللہ! میں دو ضعیفوں کا یعنی ایک یتیم کا اور ایک عورت کا حق کھانے کو انتہائی برا سمجھتا ہوں۔

(ابن ماجہ)

صحیح ابن حبان میں روایت ہے کہ ان باتوں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے توسط سے جو احکام یمن والوں کو بھیجے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بڑا گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا، ناحق کسی مومن کو قتل کرنا، جنگ کے دن میدان سے جہاد فی سبیل اللہ سے فرار، والدین کی نافرمانی، پاکباز عورتوں پر اتہام لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا ہے۔ (ابن حبان)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَکْلُ الرِّبٰو وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مہلک چیزوں سے بچو۔ حاضرین نے دریافت کیا یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادوگری کرنا اور اس شخص کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا مگر حق کی وجہ سے، سود کھانا، یتیم کا مال ہضم کر جانا، لڑائی کے دن پیٹھ دکھانا اور ایماندار بے خبر پاکدامن خواتین پر تہمت لگانا۔

(بخاری شریف)

معراج شریف کی حدیث میں ہے۔ پس میں اچانک ایسے آدمیوں کے پاس آیا جن پر کچھ لوگ مقرر تھے جو ان کی داڑھیاں نوچ رہے تھے اور کچھ لوگ جہنم کے پتھر لا کر ان کے منہ میں ڈال رہے تھے جو ان کے پیچھے سے نکل رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریلؑ! یہ کون ہیں؟ جبریلؑ نے کہا جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے

ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھا رہے ہیں۔ پس اس کے سوا اور کچھ نہیں (یہ وہی لوگ ہیں)۔ (مکاشفۃ القلوب)

صاحب ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یتیموں کے مالوں کے ساتھ اپنا مال گڈمڈ کر کے ملا کر کھا جانے کی نیت نہ رکھو۔ حلال رزق جب خدا تمھیں دے رہا ہے پھر حرام کی طرف کیوں منہ اٹھاؤ۔ تقدیر کی روزی مل کر ہی رہے گی، اپنے حلال مال چھوڑ کر لوگوں کے مالوں کو جو تم پر حرام ہیں، نہ لو۔ دُبلا پتلا جانور دے کر موٹا تازہ نہ لو۔ بوٹی دے کر بکرے کی فکر نہ کرو، ردی دے کر اچھے کی، کھوٹا دے کر کھرے کی نیت نہ رکھو۔ پہلے لوگ ایسا کر لیا کرتے تھے کہ یتیموں کی بکریوں کے ریوڑ میں سے عمدہ بکری لے لی اور اپنی دبلی پتلی بکری دے کر گنتی پوری کر دی۔ کھوٹا درہم اس کے مال میں ڈال کر کھرا نکال لیا اور پھر سمجھ لیا کہ ہم نے تو بکری کے بدلے بکری اور درہم کے بدلے درہم لیا ہے۔ ان کے مال میں اپنا مال خلط ملط کر کے پھر یہ حیلہ کر کے کہ اب امتیاز کیا ہے ان کے مال تلف نہ کرو۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ (ابن کثیر۔ ج ۱)

یتیموں کی شادی کرنا

یتیم بچے بچیوں کا ایک حق یہ ہے کہ جب وہ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں تو سرپرست کو ان کی شادی کر دینی چاہیئے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ط

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تمھیں پسند ہوں، دو دو یا تین تین یا چار چار سے نکاح کر لو۔ اور اگر اس بات کا ڈر ہو کہ برابر سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت کافی ہے یا کنیز یں جن کے تم مالک ہو اس سے تم بے انصافی سے بچ سکو گے۔

(نساء: ۳)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تمہاری پرورش میں اگر کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لیے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر ڈال لو، اس سے باز رہو۔ اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کر لو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی۔ جس کی پرورش میں وہ تھی۔ اس نے صرف اس کے مال کے لالچ میں بغیر اس کا مہر وغیرہ پورا مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا جس پر یہ آیت اتری۔ میرا خیال ہے کہ اس باغ اور مال میں یہ لڑکی حصہ دار تھی۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا بھلیجے! یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال و جمال اچھا لگتا ہے۔ چاہتا ہے کہ یہ اس سے نکاح کر لے لیکن جو مہر وغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے اتنا یہ نہیں دیتا۔ تو اسے منع ہو رہا ہے کہ پھر یہ اس کی نیت چھوڑ دے اور دوسری عورت سے جس سے چاہے اپنا نکاح کر لے۔

ایک اور مقام پر یوں فرمایا گیا ہے:

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لا وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ لا وَاَنْ تَقُومُوا	اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تو آپ فرمایئے کہ اللہ ان کے بارے میں حکم دیتا ہے جو یتیم لڑکیوں کے بارے میں قرآن پاک میں بیان کیا جا چکا ہے تم ان کا مقرر کردہ حق نہیں دیتے اور یہ خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو اور کمزور بچوں کے بارے میں سوچتے نہیں ہو اور یہ بھی حکم ہے

لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ○

کہ یتیموں کے بارے میں انصاف قائم کرو اور جو بھی تم بھلائی کرتے ہو تو بیشک اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ (پ۵۔ نساء: ۱۲۷)

مقصد یہ ہے کہ ایسی یتیم بچی جس سے اس کے ولی کو نکاح حلال ہو تو وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ جو مہر اس جیسی اس کے کنبے قبیلے کی اور لڑکیوں کو ملا ہے اسے بھی دے اور اگر ایسا نہ کرے تو اسے چاہیئے اس سے نکاح بھی نہ کرے۔

حقوقِ مساکین

اللہ تعالیٰ نے مسکینوں کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے تاکہ ان کی زندگی کے شب و روز بھی آسانی کے ساتھ گزر جائیں۔ مسکین کا لفظ سکون سے بنا ہے جس کا مطلب قرار پکڑ جانا ہے۔ مسکین کی معاشی حرکت چونکہ کسی وجہ سے قرار پکڑ جاتی ہے اس لیے اسے مسکین کہا جاتا ہے مگر شریعت میں مساکین سے مراد تنگدست اور مفلوک الحال لوگ ہیں۔ جن کی آمدنی ان کے اخراجات کی نسبت بہت کم ہو۔ عیال دار ہوں، غربت کا شکار ہوں، خستہ حال ہوں۔ لہذا مسکین سے مراد وہ شخص ہے جس کے معاشی حالات انتہائی کمزور ہوں جن سے اس کا گزارہ نہ ہوتا ہو۔ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی بنیادی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو۔ چونکہ بنیادی ضروریات کا مہیا ہونا ضروری ہے اس لیے ایسے لوگوں کی مدد کی اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے۔

بعض کا قول ہے کہ مسکین وہ ہے جو رہائش کا بندوبست کرتا ہو تو تن ڈھانپنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ رہتا ہو اور اگر تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے کا بندوبست کرتا ہو تو کھانے پینے پر صرف کرنے کے لیے کچھ نہ رہتا ہو۔ لیکن عزتِ نفس اور سفید پوشی کی خاطر کسی سے مانگتا نہ ہو لہذا جو بنیادی ضروریات کی اشیاء سے محروم رہتا ہے مسکنت کے زمرے میں آتا ہے مگر جب ضرورت سے زائد اشیاء اس کے پاس مہیا ہو جائیں تو وہ مسکین کے زمرے سے نکل جائے گا۔

امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور اسے گزارہ کرنے یا تن ڈھانپنے کے لیے سوال کرنا پڑے۔ ایسے شخص کے لیے

امام مالک رحؒ کے نزدیک مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور یہ فقیر سے بھی زیادہ حاجتمند ہے اور حنابلہ کے نزدیک مسکین وہ ہے جسے آدھی ضروریات یا اس سے بھی زیادہ کے لیے مل جاتا ہو۔

حضرت امام شافعی رحؒ فرماتے ہیں کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال یا حلال کمائی کا ذریعہ ہو جو اس کی عمومی مذکورہ بالا صرف آدھی ضروریات پوری کر سکے اور اس سے زیادہ نہ ہو۔

میرے نزدیک مسکین دو طرح کے ہیں۔ ایک راہِ حق و صداقت کے طالبان اور صوفیا ہیں جو ظاہراً شرع کے پورے پابند ہوتے ہیں تو ایسے لوگوں کی راہِ سلوک کی ابتدائی زندگی مالی بحران سے متاثر ہوتی ہے اور اکثر حالات میں اللہ کی طرف سے رزق کی کمی آزمائش رہتی ہے۔ رات دن ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی وجہ سے وہ کمائی کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے۔ لہذا قدرتی طور پر ہی ابتدائی ایام میں ان کے حالات مسکینوں جیسے رہتے ہیں اور ایسے لوگوں نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ مانگنا بھی نہیں ہوتا لہذا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا زیادہ افضل ہے۔

دوسری طرح کے مسکین وہ نادار ہیں جن کے مالی وسائل کم ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر مسکنت رہتی ہے مگر بعض حالات میں انسان اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرنے کی وجہ سے بھی مسکنت کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے مسکین کی ظاہری حالت بھی قابلِ رحم ہوتی ہے اور لوگوں کو اس کی حالتِ زار پر رحم آتا ہے۔

مساکین کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

عمدہ سلوک مساکین سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنا چاہیئے کیونکہ مساکین اکثر دکھ مصائب اور آلام میں مبتلا ہوتے ہیں لہذا ان سے ہمیشہ اچھا رویہ اختیار کریں۔ جب کوئی مسکین ملنے آئے تو دوسری مصروفیات ترک کر کے اس کی طرف توجہ دیں اور اس کی بات بڑی توجہ سے سنیں اور ان کی خبر گیری میں کسی قسم کی کسر نہ چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ مساکین سے اچھا طرزِ عمل اختیار کرنے والے کو

بہت پسند فرماتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے بھی احسان کرو اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز پابندی سے پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر تم پھر گئے اور اس عہد پر تھوڑے سے قائم رہے اور یہ کہ تم پھر جانے والے تھے۔ (پ۱۔ بقرہ ۸۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ والدین عزیز و اقارب، یتامیٰ اور مساکین سے عمدہ سلوک کریں اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ ان لوگوں سے عمدہ سلوک کریں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتے تھے۔ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِيْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالسَّاعِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَآئِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّآئِمِ لَا يُفْطِرُ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور میرے خیال میں آپؐ نے فرمایا: اس قیام کرنے والے کی طرح جو نہ تھکے اور اس روزہ دار کی طرح جو روزہ نہ چھوڑے۔ (بخاری)

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مساکین کی خبر گیری کرنا حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ آپؒ نے مزید ارشاد فرمایا:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَائِهِمْ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ يَا عَائِشَةُ اَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؂

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی: "اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ، حالتِ مسکینی میں رحلت ہو اور قیامت کے دن مساکین ہی کی جماعت سے اٹھانا" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں ایسا ہو؟ آپؐ نے فرمایا مساکین امیر لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہؓ! مسکین کے سوال کو کبھی رد نہ کرنا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو، اے عائشہ مساکین سے محبت رکھو اور انھیں اپنے قریب کرو (ایسا کرنے سے) اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا۔ (ترمذی)

مالی امداد مالدار لوگوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ گاہے بگاہے مساکین کی مالی امداد کرتے رہیں۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ فرمادیں کہ والدین، رشتہ دار، یتامیٰ اور مساکین اور مسافروں کی بہتری کے لیے خرچ کرو اور جو نیکی تم کروگے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

(پ ۲ - بقرہ: ۲۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ مساکین کی ضروریات

کے لیے اپنے مال کو خرچ کرو اور اس میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھو۔ اگر کوئی مسکین بیماری میں مبتلا ہو اور آپ علاج کے لیے رقم دے سکتے ہیں۔ اور اگر کسی مسکین کی بچی کی شادی ہو اور مسکین کے پاس خرچ کرنے کے لیے مال نہ ہو تو آپ اس کی چپکے سے مدد کریں۔ اگر کسی مسکین پر قرض ہو تو آپ اس کا قرض بھی اتار سکتے ہیں۔ غرضیکہ وہ شرعی ضروریات جو زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہیں ان کے لیے مسکین کی مالی امداد کرنا بہت ہی افضل درجہ رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝

اور عزیز و اقارب اور مساکین، اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی کے ذریعے بیجا خرچ نہ کرو۔ (بنی اسرائیل: ۲۶)

اس آیت میں مساکین کی مالی امداد کے بارے میں دوبارہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ ان پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

پس عزیز و اقارب اور مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو، یہ ان لوگوں کے لیے بہت بہتر ہے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ (روم: ۳۸)

مسکینوں، رشتہ داروں اور مسافروں کی مالی خدمت کرنا اچھے سلوک اور احسان کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور جو ایسا کرتے رہیں گے ان کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی حاصل ہو گا اور یہ انسان کے لیے بہت بڑی نعمت ہو گی۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو گی یہ نعمت تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو حاصل ہو گی اور ان میں وہ بھی شامل ہوں گے جو مسکینوں پر اپنا مال خرچ کرتے رہے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو ہی درحقیقت دنیا اور آخرت میں نجات ملے گی۔

مساکین کی مالی امداد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ وَکَالْقَائِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ ؞

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا وہ نماز میں اس قیام کرنے والے کی مثل ہے جو تھکتا نہ ہو اور اس روزہ دار کی طرح جو افطار نہ کرے۔ (یعنی مسلسل روزے رکھے) ۔ (مسلم)

؞

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا رَجُلٌ بِفَلَاۃٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَۃٍ اَسْقِ حَدِیْقَۃَ فُلَانٍ فَتَنَحّٰی ذٰلِکَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَہٗ فِیْ حَرَّۃٍ فَاِذَا شَرْجَۃٌ مِّنْ تِلْکَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِکَ الْمَاءَ کُلَّہٗ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِیْقَتِہٖ یُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِہٖ فَقَالَ لَہٗ یَا عَبْدَ اللّٰہِ مَا اسْمُکَ ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِیْ سَمِعَ فِی السَّحَابَۃِ فَقَالَ لَہٗ یَا عَبْدَ اللّٰہِ لِمَ تَسْاَلُنِیْ عَنِ اسْمِیْ فَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سُنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا۔ وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا۔ وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا۔ اس شخص نے باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سُنا تھا۔ اس شخص نے پوچھا اے اللہ کے بندے! تم نے میرا نام کیوں پوچھا تھا؟ اس نے کہا، جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے

اِنِّیْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِی السَّحَابِ الَّذِیْ ھٰذَا مَآؤُہٗ یَقُوْلُ اَسْقِ حَدِیْقَۃَ فُلَانٍ لِاِسْمِکَ فَمَا تَصْنَعُ فِیْھَا قَالَ اَمَّا اِذَا قُلْتَ ھٰذَا فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَاٰکُلُ اَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِہٖ فِی الْمَسَاکِیْنِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَاَرُدُّ فِیْھَا ثُلُثَہٗ ؎

یہ آواز سنی تھی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، اس نے تمھارا نام لیا تھا تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں، ایک تہائی میں میں اور میرے اہل و عیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی میں مسکینوں سائلوں اور مسافروں پر خرچ کر دیتا ہوں۔ اور ایک تہائی اسی باغ پر خرچ کر دیتا ہوں۔ (مسلم، باب ۱۰۲۶)

حق صدقہ

مساکین کا ایک حق یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت ان کو بھی دی جائے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ہ

بیشک صدقات یعنی زکوٰۃ فقرار، مساکین اور اس کے عاملین اور دلجوئی اور غلام آزاد کرانے میں اور خلاصی قرض اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ (پ ۱۰۔ توبہ: ۶۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان آٹھ مصارف کا ذکر فرمایا ہے جن پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا چاہیئے ان میں سے ایک مصرف مسکین کو زکوٰۃ کا مال دینا بھی ہے اس لیے جب اہل ثروت لوگ زکوٰۃ کا مال تقسیم کریں تو انھیں چاہیئے کہ مساکین کا خیال رکھیں اور ضرورت کے مطابق انھیں چپکے سے دے دیں کیونکہ مساکین مانگتے نہیں اس لیے ان کو دینا بڑا افضل ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رض قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُّغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ بِہٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے اور دو ایک لقمے یا دو ایک کھجوریں اس کو دے دی جاتی ہیں بلکہ مسکین تو وہ ہے جس کے اندر اتنی غنا نہیں جو اس کو غنی کر دے اور نہ اس کے بارے میں معلوم کیا جائے کہ وہ محتاج ہے اور اس کو صدقہ دیا جائے اور وہ لوگوں سے سوال کرنے کے لیے نہیں اٹھتا ہے۔

(بخاری شریف)

مال غنیمت میں حصہ

مالِ غنیمت میں سے مساکین کو کچھ حصہ ملتا ہے اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ

اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت سے حاصل ہوا اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

(پ ۱۰ - انفال : ۴۱)

حضرت ابو العالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ مال غنیمت کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصے کرتے تھے۔ چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے۔ پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر کر نکال لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے۔ پھر جو بچتا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ ایک رسول خدا کا، ایک قرابتداروں کا۔ ایک یتیموں کا۔ ایک مسکینوں کا، ایک مسافروں کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے

کھانا کھلانا

مساکین کو کھانا کھلانا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ :

فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ ۙ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۙ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ ۙ	جو جنتوں میں ہونگے سوال کریں گے ان سے جنہوں نے جرم کیے ہوں گے کہ تمہیں کونسا جرم دوزخ میں لے آیا۔ وہ کہیں گے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا بھی نہ کھلاتے تھے۔ (پ ۲۹۔ مدثر : ۴۰ تا ۴۴)

آخرت میں اہلِ جنت جب جنت میں آرام سے بیٹھے ہوں گے تو اس وقت جب وہ اہلِ دوزخ سے سوال کریں گے کہ تمہیں کونسا برا عمل دوزخ میں لے آیا تو وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ مستحق لوگوں کو کھانا کھلانا بھی ضروری ہے کیونکہ مساکین کی خدمت جنت میں لے جانے والے اعمال میں سے ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا گیا ہے کہ :

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝	اور وہ اللہ کی محبت کی بنا پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک کھانا کھلانے کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے اور اس کے عوض ہم تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں چاہتے۔ (پ ۲۹۔ دہر : ۸ تا ۹)

اللہ کے خاص بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اس میں وہ صرف رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ایک اور مقام پر یوں فرمایا گیا ہے :

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۙ	اور تم مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے ہو۔ (پ ۳۰۔ فجر : ۱۸)

جن لوگوں کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ اس کی ایک وجہ مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا بھی ہے اس لیے جو لوگ یہ چاہتے ہوں کہ ان کی روزی فراخ ہو جائے تو انھیں چاہیے

کہ اللہ کی راہ میں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی عادت بنالیں۔ احادیث میں کھانا کھلانے کی ترغیب یوں دی گئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْیَوْمَ صَائِمًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْیَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا. قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْیَوْمَ مِسْكِیْنًا، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا۔ قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْیَوْمَ مَرِیْضًا؟ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِیْ امْرِئٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ؛

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کس نے روزہ رکھا ہے۔ جناب ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے۔ رسول اللہ نے دوسرا سوال کیا تم میں سے جنازہ میں کس نے شرکت کی ہے؟ ابوبکر صدیقؓ نے کہا میں نے۔ رسول اللہؐ نے پھر سوال کیا کہ مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے۔ سرکارؐ نے پھر سوال کیا کہ مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ اس موقعہ پر بھی ابوبکر صدیق نے کہا میں نے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ صفات جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ چہرہ (عالم بدہن) کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔ اس وقت آپؐ نے سب سے پہلے یہ فرمایا لوگو! سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور جب لوگ سوئے ہوئے

وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ۔

ہوں تو نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترمذی)

احساسِ ضرورت

مسکین کا حق ہے کہ وہ اشارۃً یا کنایۃً اپنی شدید ضرورت کا کسی کو احساس دلا سکتا ہے مگر اس کے لیے سائلوں کی طرح بھیک مانگنا منع ہے۔

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ ۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آئے۔ (احمد، ابو داؤد)

عَنْ اُمِّ بُجَيْدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ لَيَقِفُ عَلٰى بَابِيْ حَتّٰى اَسْتَحْيِيَ فَلَا اَجِدُ فِيْ بَيْتِيْ مَا اَدْفَعُ فِيْ يَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْفَعِيْ فِيْ يَدِهٖ وَلَوْ ظِلْفًا مُحَرَّقًا ۔

حضرت ام بجید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! فقیر میرے دروازے پر آتا ہے اور میرے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہوتا مجھے اس وقت شرم آتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کچھ دے دو اگرچہ بکری کا جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ (احمد، ابو داؤد)

عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَاءَ ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو فرماتے تم سفارش کرو تاکہ تمھیں ثواب ملے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان سے جو چاہے فیصلہ کرواتا ہے۔ (بخاری شریف)

اصل مسکین تو وہی ہیں جو کسی سے نہ مانگیں۔ لیکن اشد ضرورت کے وقت کسی طرح دوسروں کو ان کی ضرورت کا پتہ چل جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ کسی کی ضرورت کا عام بندے کو کیسے علم ہو سکتا ہے جب تک وہ نہ بتائے غرضیکہ ہر لحاظ سے مسکینوں کی مدد کرنا نیک اعمال میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

حقوقِ اُستاد

علمِ حقیقی کا سرچشمہ پروردگارِ عالم ہے۔ یہی علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو دیا اور جب انسان کو پیدا فرمایا تو اسے بھی کائنات کی اشیاء کے نام سکھائے۔ شرفِ انسانیت کے باعث جب فرشتوں سے وہ نام پوچھے تو وہ پکار اٹھے:

سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ — اے پاک ذات! ہمیں علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا۔ (البقرہ: ۳۲)

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انھوں نے تمام نام بتا دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر علم کی بنا پر برتری ثابت فرما دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کے ذریعے سے حضرتِ انسان کو اپنے علم کے زیور سے آراستہ فرمایا۔ اس اصل علم کا ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وحی کے علم کا آغاز چالیس برس کی عمر میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرمایا:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ‌ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ‌ۚ اِقۡرَاۡ وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُۙ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡؕ — پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو اور تمھارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا انسان کو اس چیز کا علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔ (العلق: ۱ تا ۴)

اللہ تعالیٰ کی تلقین کی ابتدا پڑھنے سے ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پڑھنا اور پڑھانا بہت اہم ہے۔ علم کی اصل بنیاد وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے اور وہ علم دیا ہے جسے انسان جانتا نہ تھا۔ اس کے علاوہ انسان کو لکھنے کا علم بھی دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق لکھنا پڑھنا بہت ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب نبوت و رسالت کے ساتھ اپنا ایک منصب "معلّم" بیان فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ÷ میں بطور معلم وا استاد مبعوث کیا گیا ہوں ÷

(سنن ابن ماجہ)

خود اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کئی بار اس منصب کا ذکر فرمایا ہے:

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (بقرہ: ۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران: ۱۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ اُعَلِّمُكُمْ ÷ میں تمہارے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں علم حکمت سکھاتا ہوں۔

اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سکھانے کے لیے خصوصی توجہ فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک سے پہلے عربوں میں پڑھنا پڑھانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ بقول مؤرخ بلاذری سارے قبیلہ قریش میں صرف ۱۷ آدمی پڑھ لکھ سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اہمیت کے پیش نظر اس کی ترویج و اشاعت کی ابتدا فرمائی۔ جنگ بدر کے بعض خواندہ کافر قیدیوں کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ ایک قیدی دس مردوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے صحن میں درس گاہ (صُفّہ) قائم کی جس میں صحابہ کرامؓ رات دن خدمت علم میں مصروف رہتے تھے۔ صحابہ کرام رضی میں طلب علم کا بے پناہ شوق و جذبہ تھا۔ یہ ذوق و شوق معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیہم تلقین کا نتیجہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ٭ — علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علم سے مراد محض دینی علوم ہیں یا دیگر دنیوی علوم بھی شامل ہیں۔ محدثین کی مراد یہاں دینی علوم سے یہ ہے کہ ایسے علوم جو دنیوی ہونے ہوئے دین سے متصادم نہ ہوتے ہوں اور دین کی تقویت کا باعث ہوں وہ سب اس زمرہ میں آتے ہیں۔ جنگ بدر کے کافر قیدیوں سے مسلمان مردوں کو پڑھانے کا کام لیا گیا۔ ظاہر ہے کہ کافر دینی نہیں بلکہ لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیتے ہوں گے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ایسا علم جو کتاب وسنت کی حدود میں رہتے ہوئے انسان کے لیے نفع بخش ہو اس کا حاصل کرلینا ضروری ہے۔ شرعی طور پر پڑھانے والے اور دیگر کسی علم کے استاد کو اسلام میں ایک خصوصی مقام اور مراعات دی گئی ہیں جو حقوق استاد کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔

استاد کا درجہ

استاد کا درجہ بمنزلہ باپ کے ہے جیساکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تیرے تین باپ ہیں، ایک وہ جس کے نطفہ سے تیری پیدائش ہوئی (والد) دوسرے وہ جس نے تجھے اپنی بیٹی دی (سسر) اور تیسرے وہ جس نے تجھے علم وآگاہی بخشی۔ (استاد ومعلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سب سے زیادہ فیاض ہے۔ اس کے بعد اولادِ آدم میں سب سے زیادہ میں فیاض ہوں۔ پھر میرے بعد وہ فیاض ہے جس نے علم سیکھا اور لوگوں کو سکھایا قیامت کے روز وہ امت کی صورت میں اپنے شاگردوں کے ساتھ آئے گا۔ (بیہقی)

خود صاحبِ علم ہونے کا بھی بہت درجہ ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ — تم میں سے جو لوگ صاحب علم ہیں، اللہ ان کے درجات بلند کرے گا اور جنھیں علم دیا گیا ہے ان کے بڑے درجے ہیں (مجادلہ: ۱۱)

اسی طرح فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ — وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے، کیا برابر ہیں؟ (زمر: ۹)

اطاعت استاد کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کے شاگرد اس کا کہنا مانیں اور جو کام وہ کرنے کے لیے کہے اسے دل و جان سے کریں۔ غرضیکہ شاگرد پر استاد کی اطاعت لازم ہے اور اس کی اطاعت پر قرآن پاک کی یہ آیت دلالت کرتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ج — اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبِ امر ہیں ان کی اطاعت بھی کرو۔ (پ۵۔ النساء ۵۹)

صاحبِ امر سے مراد وہ شخص ہے جو تمھارے اوپر کسی کام کا نگران ہو۔ اس لیے استاد بھی صاحبِ امر کے زمرے میں آتا ہے۔ چونکہ استاد سے جو بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ ان کا ایک طرح کا حاکم ہوتا ہے اس لیے مفسرین نے اساتذہ علماء اور حکام کو صاحبِ امر کے معنوں میں شمار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جو تم پر حاکم ہوں ان کی اطاعت بھی کرو۔

عَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا ۞ — حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمھارے اوپر ناک کٹے غلام کو امیر بنا دیا جائے جو تمھیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو۔ (مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا — حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے

اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ ؛

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور حکم ماننے پر بیعت کی تو آپ ہم سے فرماتے رہے جہاں تک تمھاری بساط میں ہو۔

(بخاری شریف)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ ؛

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر سننا اور حکم ماننا ہے خواہ اسے پسند کرتا ہو یا ناپسند، جب تک کہ خدا کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ جب خدا کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو اس میں سننا اور حکم ماننا نہیں ہے۔ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ؛

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے امیر کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نکال لیا تو جب قیامت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے پاس کوئی وجہِ جواز نہیں ہوگی اور جو مر گیا اور اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ تھی تو جاہلیت کی موت مرا۔ (مسلم شریف)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور

فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ ؁	جس نے امیر کا حکم مانا تو اس نے میرا حکم مانا اور جس نے امیر کی نافرمانی کی تو اس نے میری ہی نافرمانی کی۔ کیونکہ امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے جہاد کیا جاتا ہے اور جس کی آڑلی جاتی ہے۔ اگر وہ اللہ سے ڈرتے ہوئے انصاف سے حکم دے تو اس کا اسے ثواب ملے گا اور اگر اس کے برعکس کہے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ (بخاری)

ادب واحترام

استاد کا ایک حق یہ ہے کہ شاگرد اس کی عزت کریں، مکتب میں اسے ادب واحترام سے بلائیں، مکتب کے باہر بھی اگر استاد مل جائے تو اچھے اخلاق سے پیش آئیں، استاد کے ساتھ کبھی بدتمیزی نہ کریں۔ شاگرد کے لیے لازم ہے کہ اپنے استاد کی کبھی بدتعریفی نہ کرے نہ اس کی غیبت کرے اور نہ ہی اسے کبھی گالی دے۔ راستے میں چلتے وقت استاد کی جائے مسند پر نہ بیٹھے۔ استاد کی اجازت کے بغیر بات نہ کرے، استاد کے سامنے طویل کلام نہ کرے۔ استاد کے وقت کا خیال رکھے۔ جو وقت اس نے تعلیم کے لیے مقرر کر رکھا ہو اگر اس وقت کے مطابق آنے میں کبھی دیر ہو جائے تو اس کے آنے کا انتظار کرے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؁	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے۔ (ترمذی)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ ؂

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے کی اس کی عمر کے باعث عزت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسا شخص مقرر فرما دیتا ہے جو بڑھاپے میں اس کی عزت کرے

(ترمذی)

؂

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِكْرَامَ ذِی الشَّيْبَةِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَيْرِ الْغَالِیْ فِيْهِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْهُ وَاِكْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ؂

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر کا حصہ ہے کہ بوڑھے مسلمان اور قرآن جاننے والے کی عزت کی جائے جبکہ وہ اس میں زیادتی نہ کرے اور نہ اس سے دور رہے، نیز انصاف کرنے والے حکمران کی۔

(ابوداؤد۔ بیہقی)

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّرُدَّ عَنْهُ نَارَ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ قیامت کے روز اس سے جہنم کی آگ کو دور رکھے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ (شرح السنۃ)

عَنْ عَائِشَةَ رض اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوْا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے

النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ ۔ ان کے مرتبے کے مطابق سلوک کرو۔ (ابوداؤد)

عذر خواہی

بعض شاگرد اپنے بچپن کی وجہ سے بعض اوقات ایسی بات کہہ دیتے ہیں یا ایسی شرارت کر دیتے ہیں جس سے استاد کو غصہ آجاتا ہے تو اس صورت میں شاگرد میں احساس ندامت پیدا ہونا چاہیے اور بعد ازاں استاد سے اپنی غلطی کی معافی طلب کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے کر پڑھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تو آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایسا کرنے کو ناپسند فرمایا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے عذر خواہ ہوں۔

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ استاد کو اگر شاگرد کی کوئی بات یا عمل پسند نہ آئے تو اسے چاہیے کہ استاد سے معذرت کر لے۔

آدابِ مجلس

استاد کا حق ہے کہ تلامذہ اس کی موجودگی میں آدابِ مجلس ملحوظ رکھیں، یہ آداب شاگرد کو مجلسِ نبوی سے سیکھنے چاہئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے تعلق کے جہاں اور کئی پہلو تھے ان میں استاد اور شاگرد کا پہلو بھی تھا اس لیے کہ سردار انبیاء ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کا منصب ایک معلّم اعظم کا بھی تھا۔ پس ایک مسلمان طالب علم کو اپنے استاد کے ساتھ برتاؤ کا ڈھنگ بھی مجلسِ نبوی ہی سے سیکھنا چاہیے۔ اس استاد اعظم سے بات کرنے کا سلیقہ قرآن مجید میں یوں سکھلایا گیا ہے:

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو۔ اور ان سے زور زور سے باتیں مت کرو، جیسے تم آپس میں کر لیا کرتے ہو۔

(حجرات: ۲)

صحابہ مجلس نبوی میں کامل ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رض کا بیان ہے کہ وہ مجلس نبوی میں یوں بیٹھتے تھے۔

كَاَنَّ عَلٰى رُءُوْسِنَا الطَّيْرُ — گویا ہمارے سر پر پرندے بیٹھے ہیں کہ ذرا سی حرکت کرنے پر اڑ جائیں گے۔ (بخاری)

آدابِ مجلس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ استاد کی بات کو خاموشی کے ساتھ سنے اور اس کی قطع کلامی نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں لگاتار دو برس ارادہ کرتا رہا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کروں مگر رعب کی وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر ایک حج کے موقعہ پر جب حضرت عمر رض قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگے تو میں نے دل کڑا کر کے عرض کیا امیر المومنین! ایک حدیث کے متعلق دو برس سے سوال کرنا چاہتا ہوں مگر آپ کا رعب بولنے نہیں دیتا۔ فرمایا یوں نہ کیا کرو جو کچھ پوچھنا ہوئے دھڑک پوچھ لیا کرو۔ علم ہوگا تو بتاؤں گا ورنہ کہہ دوں گا کہ مجھے معلوم نہیں (جامع بیان العلم)

معاشی بے فکری

پڑھانے والے اساتذہ کا یہ حق ہے کہ اسے ہر وقت معاش کی فکر نہ ہو۔ اسے مالی طور پر اتنا ملنا چاہیئے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جائز ضروریات پوری کر سکے تاکہ اس کا ذہن سکون میں رہے جس سے اسے پڑھانے میں آسانی ہوگی۔

اگر استاد مالی طور پر پریشانیوں کا شکار ہوگا تو وہ طالب علموں کو صحیح طریقے سے پڑھا نہیں سکے گا۔

اس لیے معاشرے پر مجموعی طور پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ استاد کی مالی ضروریات کو اس حد تک پورا کریں کہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

جناب حکم تابعی رضی اللہ عنہ استاد کی خدمت میں تنخواہ یا فیس ادا کرنے کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ ؕ	میں نے کسی سے نہیں سنا کہ وہ استاد کو معاوضہ دینے کو مکروہ سمجھتا ہو۔ (بخاری)

حقوقِ علماء

علم ایک عظیم وصف ہے جو انسان کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے اور اس کی عزت کا باعث بنتا ہے۔ اور انسان کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے۔ ذہن اور فکر کو عرفان کی معراج بخشتا ہے۔ غرضیکہ علم دین اللہ تعالیٰ کی عظیم عنایت ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔ جس شخص کے پاس علم ہو لامحالہ اس کی سوچ اور فکر دوسروں سے بڑھ جاتی ہے اور وہ اس بات کا اہل ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کی راہنمائی کرسکے۔

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

تاکہ اہل علم کو معلوم ہو جائے کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے لہٰذا اس پر ایمان لے آئیں۔ پھر ان کے دل تسلیم میں جھک جائیں اور بے شک اللہ ایمان والوں کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے (پ۱۷۔ حج ۵۴)

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۝

اور صاحبِ علم لوگوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ اللہ کا ثواب اس کے لیے بہتر ہے، جو ایمان لے آئے اور صالح عمل کرے اور یہ نعمت صبر کرنے والوں ہی کو ملتی ہے (قصص: ۸۰)

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ بلاشبہ تم اللہ کی کتاب کے مطابق روزِ محشر تک ٹھہرے رہے ہو پس یہی محشر کا

فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ — دن ہے اور تم تو اسے جاننے والے نہ تھے۔ (پ۲۱۔الروم: ۵۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی سے بیٹھو تو کشادہ ہو جایا کرو۔ پس اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کشادگی کردے گا اور جب تمھیں اٹھنے کے لیے کہا جائے تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات میں بلندی فرمادے گا۔ اور اللہ تمھارے اعمال سے باخبر ہے۔ (پ ۲۸۔ مجادلہ: ۱۱)

کلام الٰہی کی ان آیات سے علماء کرام کے بلند مقام کا پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں کو علم کی دولت دی گئی ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس شخص پر علم کا کرم کر رکھا ہو اس کا حق پہچاننا اہل دنیا کا فرض ہے۔ اس کے بارے میں فرمان نبویؐ یہ ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا حَقَّهٗ ۝

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں (طبرانی)

عزت و احترام

علماء کرام کا حق ہے کہ ان کی عزت کی جائے انھیں خود سے مکرم جانا جائے ان کی عزت و احترام کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ یہ ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَکْرِمُوا الْعُلَمَآءَ فَاِنَّھُمْ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ ۞

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ (کنز العمال)

علماء کو انبیاء کا وارث اس لیے کہا گیا ہے کہ جو باتیں انبیاء نے اپنی امتوں کو بتائیں اب ان کے بعد انھوں نے اہلِ دنیا میں ان کا پرچار کرتا ہے۔ عالمِ دین کی شان میں حضورؐ کی ایک اور حدیث یوں ہے:

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ عَلَیْکَ اَنْ تُسَلِّمَ عَلَی الْقَوْمِ عَامَّۃً وَتَخُصَّہٗ دُوْنَھُمْ بِالتَّحِیَّۃِ وَاَنْ تَجْلِسَ اَمَامَہٗ وَلَا تُشِیْرَنَّ عِنْدَہٗ بِیَدِکَ وَلَا تَغْمِزَنَّ بِعَیْنَیْکَ وَلَا تَقُوْلَنَّ قَالَ فُلَانٌ خِلَافًا لِّقَوْلِہٖ وَلَا تَغْتَابَنَّ عِنْدَہٗ اَحَدًا وَلَا تُسَارَّ فِیْ مَجْلِسِہٖ وَلَا تَاْخُذْ بِثَوْبِہٖ وَلَا تُلِحَّ عَلَیْہِ اِذَا مَلَّ وَلَا تُعْرِضْ مِنْ طُوْلِ صُحْبَتِہٖ فَاِنَّمَا ھِیَ بِمَنْزِلَۃِ النَّخْلَۃِ تَنْتَظِرُ مَتٰی یَسْقُطُ عَلَیْکَ مِنْھَا شَیْءٌ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ الْعَالِمَ اَعْظَمُ اَجْرًا مِّنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِذَا مَاتَ الْعَالِمُ انْثَلَمَتْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو۔ تم ان کے سامنے بیٹھو، ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے۔ اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو۔ نہ اس کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو۔ اس کے کپڑے کو نہ پکڑو۔ جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ۔ اس کی لمبی صحبت سے احتراز نہ کرو کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے۔ تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے۔ کیونکہ مومن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شخص سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے

فِی الْاِسْلَامِ ثُلْمَةٌ لَایَسُدُّ هَا شَیْءٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ٭ جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔ (کنز العمال)

اس روایت میں بڑی تفصیل کے ساتھ عالم کا ادب و احترام کرنے کی تلقین کی گئی ہے

عَنِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْهُ وَاِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ ٭

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اکرام میں یہ بھی شامل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور حاملِ قرآن کا بھی اکرام کیا جائے جو اس میں غلو کرنے والا نہ ہو۔ اور اس سے دوری اختیار کرنے والا بھی نہ ہو اور انصاف کرنے والے صاحبِ اقتدار کا اکرام کرنا بھی اسی میں شمار فرمایا۔ (الادب المفرد)

حاملِ قرآن سے مراد حفاظ کرام اور اہلِ علم ہیں لہٰذا اس حدیث کے مطابق بھی علماء کرام کی عزت اور احترام کرنا چاہیئے۔

حسن سلوک

علماء کا ایک حق یہ ہے کہ لوگ ان سے اچھا سلوک کریں علماء کو بُرا نہ سمجھیں۔ انھیں کسی طرح اذیت نہ پہنچائی جائے اور گاہے بگاہے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اکتسابِ علم کیا جائے، اگر کوئی کسی عالم کے ساتھ گفت و کلام میں زیادتی کر جائے تو بعد میں اس سے معذرت کرے علماء سے حسنِ سلوک کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یہ ہیں:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَالِمُ سُلْطَانُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ دَفَعَ فِیْهِ فَقَدْ هَلَكَ ٭

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم زمین پر اللہ کا سلطان ہے جو اس کی مذمت کرے گا وہ ہلاک ہو گا۔ (مجمع الزوائد)

اس حدیث میں علماء کو سلاطین کی مانند قرار دیا گیا یہ کتنا بڑا مقام ہے اس لیے علماء کی مذمت نہیں کرنی چاہیئے۔

عَنْ مَعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَالِمُ اَمِیْنُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ؏

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عالم زمین پر اللہ کا امین ہے (کنز العمال)

اصل علم اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو علم علماء کو ان کی عقل وفراست کے مطابق دیا ہے وہ امانت کی طرح ہے۔ اس لیے علماء اللہ تعالیٰ کے امین کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اس لحاظ سے ان سے اچھا سلوک کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْعَالِمِ ثُلْمَۃٌ فِی الْاِسْلَامِ لَا تُسَدُّ مَا اخْتَلَفَ اللَّیْلُ وَالنَّہَارُ ؏

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی موت سے اسلام میں سوراخ ہو جاتا ہے جو وقت کے گزرنے سے پُر نہیں ہوتا۔ (کنز العمال)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ بات عیاں ہے کہ عالم کی موت سے دنیا میں بہت کمی آجاتی ہے۔ اس سے ایک سچے عالم دین کا مقام ظاہر ہوتا ہے لہٰذا علماء کے مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے اچھا سلوک کریں۔

عَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِیْ عَنِ الْخَیْرِ یَقُوْلُھَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَاءِ وَاِنَّ

حضرت احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں معلوم کیا تو سرکار نے فرمایا، مجھ سے شر کے بارے میں نہیں بلکہ خیر کے بارے میں معلوم کرو۔ یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد فرمایا بُروں میں سب سے بُرے بھی علماء ہیں

خَيْرُ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَاءِ ۞ اور اچھوں میں سب سے بہتر بھی علماء ہی ہیں۔ ۞

(دارمی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ علماء دو طرح کے ہیں، ایک اچھے اور دوسرے بُرے ۔ اچھے علماء وہی ہیں جو اللہ کو راضی کرنے میں مشغول رہتے ہیں اچھے علماء کی قدر کی جائے گی اور وہی حسن سلوک کے مستحق ہیں۔

عوام الناس کو چاہیئے کہ زندگی کے ہر شعبے میں علماء کرام سے اچھے سلوک سے پیش آئیں۔ راستے میں چلتے وقت علماء سے آگے نہ چلیں، علماء کی تضحیک نہ کریں۔ جب ان کی محفل میں جائیں تو ان کی اجازت کے بغیر اپنی بات کا آغاز نہ کریں ان سے جب بات کریں تو مختصر کریں۔ طول کلامی سے بچیں۔ غرضیکہ علماء کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

عظمت وسیادت

علماء کا ایک حق یہ ہے کہ لوگ اللہ کے طالب علماء کی عظمت وسیادت کو تسلیم کریں کیونکہ علماء کے لیے علم شریعت کا اجراء کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور علماء اسی صورت میں شریعت پر عمل کا حکم دے سکتے ہیں جبکہ لوگ انھیں خود سے بہتر اور صاحب عزت مانیں، ان کی عقل، ان کی فکر، ان کی رائے جو عین علم الٰہی کے مطابق ہو اس کی قدر کریں لہٰذا لوگوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ دل وجان سے اللہ کے طالب علماء کی عظمت اور مقام کو جانیں۔ علماء کی عظمت اور سیادت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْاَرْضِ كَمَثَلِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ يُهْتَدٰى بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر علماء، آسمان پر ستاروں کی طرح ہیں جن سے سمندر اور خشکی پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور جب ستارے چھپ جائیں گے

وَالْبَحْرِ فَاِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُوْمُ اَوْشَكَ اَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ ۞ تو قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے بھٹک جائیں۔ (احمد)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح آسمان پر ستارے خود چمک کر دنیا کو روشنی پہنچا رہے ہیں اسی طرح علماء علم دین کے میدان میں آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں۔ علماء کے بارے میں ایک اور حدیث یہ ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ دَرَجَةً مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۞

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔ (ابو یعلیٰ)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عالم دین کو کثرت سے عبادت کرنے والے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ عابد تو صرف اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لیے عبادت کرتا ہے جبکہ علماء اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں اور اس کے لیے دکھ برداشت کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ ذَرٍّ قَالَا لَبَابٌ مِّنَ الْعِلْمِ يَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَلْفِ رَكْعَةٍ تَطَوُّعًا وَقَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۞

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر آدمی علم کا ایک باب پڑھ لے تو وہ میرے نزدیک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طالب علم کو طلب علم کی حالت میں موت آ جائے تو وہ شہید ہے (بزار)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی معرفت اور قرب کے حصول کے لیے ظاہری شریعت پڑھانے والا نوافل پڑھنے والے سے بہتر ہے۔ اس کے بارے میں

ایک اور حدیث یہ ہے،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ مَجَالِسُ الْعِلْمِ ؕ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنت کی کیاریوں سے گزرو تو چر لیا کرو، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔ (طبرانی)

اس حدیث میں اہل علم کی مجالس کو جنت کی کیاریوں سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح جنت میں چلنے والا جنت کی کیاریوں سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے اسی طرح اہلِ علم کی مجالس میں شامل ہو کر انسان کو علم و عمل کا بے شمار فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت کو چاہیئے کہ اہلِ علم کی دل سے قدر کریں اور ان کی عظمت کا اعتراف کریں۔

اتباعِ علماء علماء کی ایک شان یہ ہے کہ علم کے سلسلے میں ان کی طرف رجوع کیا جائے، کتاب و سنت کے مطابق ان کی اتباع کی جائے۔ کیونکہ لوگوں کو صرف اسی صورت میں علمی و عملی فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ علماء کے سچے علم پر عمل کیا جائے لہٰذا ہمیں ان علماء کی باتوں پر عمل کرنا چاہیئے جو اللہ کے قرب کی بات کریں۔ زہد و تقویٰ کی تشریح کریں، اللہ کی یاد اور ذکر و فکر کی دعوت دیں۔ اللہ سے دوستی والا راستہ بتائیں۔ ایسے اللہ والے علماء کی اتباع لازم ہے جن کے بیان سے دل میں خوفِ خدا اور خشیتِ الٰہی پیدا ہو۔ جس کی بنا پر سننے والا گناہ ترک کر کے توبہ کر لے اور طریقت کی راہ اختیار کرے۔ اس کے بارے میں آپؐ کی چند احادیث حسبِ ذیل ہیں:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَمَصَابِيْحُ الْاٰخِرَةِ ۞

علماء کی اتباع کرو کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں ۔ (کنز العمال)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا وَلَا تَغْدُ بَيْنَ ذٰلِكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَاَحِبِّ الْعُلَمَاءَ وَلَا تُبْغِضْهُمْ ۞

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں صبح کو اٹھو کہ تم عالم ہو یا متعلم۔ اس کے سوا صبح نہ کرو۔ اگر تم یہ نہ کر سکو تو علماء سے محبت رکھو اور ان سے بغض نہ رکھو (طبرانی)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ فِي الْبَحْرِ اِذَا مَاتُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۞

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب وہ فوت ہو جائیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں (کنز العمال)

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّخْذُلَهُ وَلَا يَسْتَاْثِرَ عَلَيْهِ ۞

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا مولیٰ ہے۔ وہ نہ اس کو نامراد کرے اور نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے۔ (طبرانی)

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَا يَسْتَخِفُّ بِهِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے۔ جو شخص

ذُوالشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَ ذُوالْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُّقْسِطٌ ٭ (طبرانی) — اسلام میں سفید ریش ہو۔ عالم۔ امام عادل

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ علماء کا حق اسی وقت ادا ہوگا جبکہ انھیں سننے والے ان کی نیک باتوں پر عمل کریں گے، اتباع صرف ان علماء کی کریں جو اللہ اور اس کے رسول ؐ اور اولیاء کی تعلیم کا پرچار کرتے ہیں

خادموں اور ملازموں کے حقوق

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام نوعِ انسانی بنیادی حقوق کے اعتبار سے یکساں ہیں البتہ اس نے مقام اور مرتبے کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اسلام سے قبل جو معاشرہ قائم تھا اس میں رنگ و نسل کا امتیاز تھا۔ نسلی اور خاندانی وجاہت پورے عروج پر تھی۔ جگہ جگہ دولت اور منصب کی برتری نے جھنڈے گاڑے ہوئے تھے۔ اسلام نے اس تعصب کے درجہ کو ختم کیا اور انسان کو اس کی عظمت سے آگاہ کیا کہ اس کی برتری اور عظمت صرف اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہے، اس کی یاد میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس سے ہر انسان کو اس کا بنیادی مقام حاصل ہو سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں غلاموں اور باندیوں کا عام رواج تھا جو شخص ایک بار غلام بن جاتا وہ نسل در نسل غلام ہی رہتا۔ غلاموں کے ساتھ بے حد زیادتیاں کی جاتی تھیں، انھیں رات دن اذیت دی جاتی تھی، ان کی ان کی ہمت سے بڑھ کر ان سے کام لیا جاتا تھا۔ غرضیکہ ظلم و تشدد کی کوئی حد نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں سے غلاموں کو آزادی دلائی اور غلامی کے اس مہیب تصور کو ختم کیا اور جن حضرات کے پاس قبل از اسلام غلام تھے انھیں آہستہ آہستہ آزادی دلادی۔ صرف ایک نظریہ باقی رہا کہ اسلامی جہاد میں مسلمانوں کے مقابلے میں جو غیر مسلم پکڑے جائیں گے وہ غلام کہلائیں گے۔ اکثر یوں ہوا کہ ان میں سے جو لوگ اسلام قبول کر لیتے انھیں بھی آزاد کر دیا جاتا۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب دورِ جاہلیت کا غرور اور نسب کا فخر اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری حاصل نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اس لیے ایک جیسے ہو۔ پھر فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ غرضیکہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسلی امتیاز کو ختم کیا۔

جو شخص کسی دوسرے کا کام کرتا ہے۔ وہ ملازم یا خادم کی حیثیت رکھتا ہے ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرنا اسلام میں منع ہے۔ اس دور کے مملوکوں کے ساتھ جن سہولتوں کا اسلام نے درس دیا تھا انھیں ملازموں اور خادموں کے ساتھ آج بھی روا رکھنا چاہیئے۔ ماتحتوں کے ساتھ خوش کلامی سے پیش آیا جائے، ان پر تشدد نہ کیا جائے ان کو ان کی اُجرت پوری دی جائے۔ اگر خورد و نوش کا انتظام بھی مالک کے ذمے ہو تو اسے خوش اسلوبی سے پورا کرے۔ غرضیکہ اسلام نے خادموں اور ملازموں کے ساتھ ہر انسانی سہولت کو مدِ نظر رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام میں خادموں کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

ہمدردانہ رویہ

خادموں اور ملازموں سے ہمیشہ ہمدردانہ رویہ اختیار کرنا چاہیئے اگر کبھی ملازم کی کسی بات پر غصہ آبھی جائے تو فوراً ضبط سے کام لینا چاہیئے غرضیکہ ملازموں سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرنا ہی بہتر ہے اور کبھی بھی بدخلقی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حسب ذیل ہے۔

عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيثٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُوْمٌ ؕ

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام سے اچھا سلوک کرنا خوش بختی ہے اور بدخلقی سے پیش آنا بدبختی ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری

کلام تھا کہ نماز قائم رکھو اور اپنے خادموں کا خاص خیال رکھو۔

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے غلام کی نافرمانی دیکھتے تو فرماتے تو نے بھی اپنے آقا کی عادت اختیار کی ہے۔ جس طرح تیرا آقا اپنے مالک کی نافرمانی کرتا ہے اسی طرح تو بھی اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ ایک غلام کو مار رہے تھے کہ آواز سنی اے ابو مسعودرض! آپ اس طرف پھرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جتنی قدرت تو اس غلام پر رکھتا ہے اس سے زیادہ قدرت خدا تعالیٰ تجھ پر رکھتا ہے۔ دکیمیائے سعادت)

احمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے تحمل، اور بردباری کس سے سیکھی ہے؛ فرمایا قیس بن عاصم سے، کہ ایک دفعہ ان کی لونڈی بکری کا بھنا ہوا بچہ لوہے کی سلاخ میں لگا کر لا رہی تھی کہ اتفاقاً اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ان کے لڑکے پر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔ لونڈی ڈر کے مارے بیہوش ہو کر گر گئی۔ حضرت قیس بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سنبھل؛ تیرا کوئی قصور نہیں اور میں نے تجھے خدا تعالیٰ کی راہ میں آزاد کیا۔ دکیمیائے سعادت)

حضرت عامر شعبی رض روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے اپنی اہلیہ سے پانی مانگا اس نے اپنی خادمہ کو بلایا، خادمہ نے ذرا دیر کر دی تو عورت نے اسے گناہ کی تہمت لگا دی۔ صحابی نے فرمایا تو چار گواہ قائم کر کہ واقعی یہ خادمہ اس گناہ میں ملوث ہے۔ ورنہ کل قیامت کو اس کی سزا بھگتنی ہو گی۔ عورت نے اس خادمہ کو آزاد کر دیا۔ وہ صحابی فرمانے لگے، ممکن ہے کہ یہ تیرے اس گناہ کا کفارہ بن جائے (تنبیہ الغافلین)

حضرت حسن بصری رح سے کسی نے سوال کیا کہ اگر آقا اپنے غلام کو کسی کام کے لیے بھیجے اور ادھر جماعت کا وقت ہو تو پہلے کیا کرے؟ آپ نے جواب دیا کہ پہلے آقا کا کام کرے۔ فقیہہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔ نماز فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو لیکن اگر نماز کا وقت ختم ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر نماز

میں دیر کرنا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مخلوق کی ایسی کوئی اطاعت جائز نہیں جس میں خالق کی معصیت اور نافرمانی ہو۔

آدمی کے لیے بہتر ہے کہ اپنے غلاموں کا خیال رکھے۔ انھیں ایسے کام پر نہ لگائے جو ان کی ہمت سے باہر ہو جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی ایسے کام کا پابند نہیں کیا جس کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں۔ اور مناسب ہے کہ حسنِ سلوک اختیار کرے کیونکہ حسنِ معاملہ اہل ایمان کے اخلاق میں سے ہے (تنبیہ الغافلین)

حضرت امام غزالی نے فرمایا ہے کہ خادموں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ خیال کرے کہ یہ بھی میری طرح بندے ہیں اور اگر ان سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو آقا خود خدا کے جو قصور اور گناہ کرتا ہے ان کا خیال کرے اور یاد کرے۔ اور جب ان پر غصہ آئے تو اللہ احکم الحاکمین کا جو اس پر قدرت رکھتا ہے خیال کرے (کیمیائے سعادت)

غلطیوں سے درگزر کرنا

خادموں اور غلاموں نے چونکہ رات دن کا بیشتر حصہ آپ کی ماتحتی میں گزارنا ہوتا ہے اور آپ کے کہنے کے مطابق کام کرنے ہوتے ہیں اور بعض اوقات یوں بھی ہو جاتا ہے کہ آپ کے خادم سے آپ کے کہنے کے مطابق اور آپ کی خواہش اور مرضی کے مطابق کام نہیں ہو پاتا تو ایسی صورت میں اگر کسی خادم یا ملازم سے غلطی ہو جائے تو اس سے درگزر فرمانا چاہیئے اگر کوئی نقصان بھی ہو جائے تو اس پر صبر کریں اور اسے پیار بھرے لہجے سے سمجھا دیں کہ آئندہ اس طرح نقصان پہنچانے والا فعل نہ کرے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حسبِ ذیل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! ہم خادم کو

اللہِ کَمْ نَعْفُوْا عَنِ الْخَادِمِ فَسَکَتَ ثُمَّ اَعَادَ عَلَیْہِ الْکَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا کَانَتِ الثَّالِثَۃُ قَالَ اُعْفُوْا عَنْہُ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ؕ

کہاں تک معاف کریں، آپ خاموش رہے اس نے دوبارہ یہی بات پوچھی تب بھی آپ خاموش رہے۔ جب تیسری دفعہ پوچھا تو فرمایا روزانہ اس سے ستر دفعہ درگزر کرو۔ (ابوداؤد)

خادموں اور ملازموں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے مالک کا دل خوفِ خدا کی طرف مائل رہے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَّحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَیْہِ عَلٰی کُلِّ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَھْلٍ ؕ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو آگ پہ حرام ہوتا ہے اور آگ اس پر حرام ہوتی ہے وہ ہر نرم طبیعت، نرم زبان، گھل مل کر رہنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ (ترمذی، احمد)

کسی کی غلطی سے درگزر کرنا اور اسے معاف کر دینا اخلاقِ حسنہ سے ہے۔

عَنْ سَھْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَّھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّنْفِذَہٗ دَعَاہُ اللہُ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ فِیْ اَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ ؕ

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے غصے کو پی جائے حالانکہ وہ اس کے مطابق کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سرداروں میں بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔ (ترمذی)

غصے کی حالت میں کسی کی غلطی معاف کر دینا بہت بڑا مجاہدہ ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشادِ

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ — باری تعالیٰ "برائی کو بھلائی سے دفع کرو" کے
قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ — متعلق فرمایا۔ یہ غصے کے وقت صبر کرنا اور برائی
وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا — کے وقت درگزر کرنا ہے۔ جب ایسا کریں تو
فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَ — انھیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا اور ان کے
خَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ — دشمنوں کو اتنا جھکا دیتا ہے کہ وہ ان کے
وَلِیٌّ حَمِیْمٌ قَرِیْبٌ — جگری اور قریبی دوست ہو جاتے ہیں (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انھوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا دیکھا تو اپنے غلام سے فرمایا اسے اٹھا کر صاف کر لے۔ شام ہوئی اور روزہ افطار کرنے کا ارادہ ہوا تو غلام سے پوچھا وہ ٹکڑا کہاں ہے۔ غلام نے جواب دیا، وہ تو میں نے کھا لیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کوئی گرا ہوا ٹکڑا پائے اور اٹھا کر کھالے تو پیٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں لہٰذا مجھے یہ پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی مغفرت فرما دی ہو میں اسے غلام بنائے رکھوں۔

حق تن آسانی

کام اور خدمت لینے کے سلسلے میں ملازموں اور خادموں کو ان کی جسمانی قوت اور انبساط سے زیادہ مشقت میں نہ ڈالنا چاہیئے اور نہ ہی کسی خادم یا ملازم کو ذہنی یا جسمانی اذیت دینی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ — حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ — ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
لِعَلِیٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ — رضی اللہ عنہ کو ایک غلام عطا فرمایا اور فرمایا کہ
فَاِنِّیْ نُهِیْتُ عَنْ ضَرْبِ — اسے نہ مارنا کیونکہ مجھے نمازیوں کو مارنے
اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَقَدْ رَاَیْتُهٗ — سے منع کیا گیا ہے جبکہ میں نے اسے نماز
یُصَلِّیْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ — پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں

وَفِی الْمُجْتَبٰی لِلدَّارَ قُطْنِیِّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّیْنَ۔

جبکہ دار قطنی نے مجتبیٰ میں کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

کسی کو مارنا نفرت پیدا کرتا ہے اس لیے خادموں کو پیٹنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ غلطی پر نقصان برداشت کر لینا فراخدلی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ خَادِمَہٗ فَذَکَرَ اللّٰہَ فَارْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو پیٹے اور وہ اللہ کو یاد کرے تو اس سے اپنے ہاتھوں کو اٹھا لو۔ (ترمذی۔ بیہقی)

جب کسی کو اپنے خادم پر غصہ آئے اور وہ اسے پیٹنے لگے تو اسے چاہیئے کہ اللہ کو یاد کرے تو اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو گا جس کے باعث دوسروں پر رحم کرنے کا جذبہ بیدار ہو جائے گا اور وہ پیٹنے سے رک جائے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِشِرَارِکُمْ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَحْدَہٗ وَیَجْلِدُ عَبْدَہٗ وَیَمْنَعُ رِفْدَہٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم میں سے برے لوگ نہ بتاؤں؟ وہ جو اکیلا کھائے، اپنے غلام کو کوڑے مارے اور اپنی بخشش کو روکے۔ (رزین)

اچھے لوگ وہ ہیں جو دوسروں کو پیٹ بھر کر کھلائیں اور اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے رہیں اور ملازموں کے لیے سہولتیں روا رکھیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا

وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا يُطِيْقُ ۞ (مسلم)

اور پہننا مملوک کا حق ہے اور اسے طاقت سے باہر کام کی تکلیف نہ دی جائے۔

خادموں کو بھی اپنے جیسا انسان سمجھنا چاہیئے جبکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ آسانی میں رہے تو پھر خادموں کو ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کی تکلیف کیوں دی جائے۔

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهٗ فَإِنْ كَلَّفَهٗ مَا يَغْلِبُهٗ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ ۞

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ تمہارا ماتحت کردے تو جس کو اللہ تعالیٰ تمہارا مملوک بنادے اسے وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اسے وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور ایسے کام کی اسے تکلیف نہ دو جو اس پر غالب آجائے۔ اور اگر غالب آنے والے کام کی تکلیف دو تو اس کی مدد کرو۔ (بخاری)

اگر کسی ملازم یا خادم کی بساط سے کوئی کام باہر ہو تو پھر اس کام میں اس کی مدد کرنی چاہیئے۔

خدام کا طعام ولباس

جن ملازموں اور خادموں کا رہنا سہنا مالکوں کے ذمے ہو تو انھیں چاہیئے کہ ان کے خورد ونوش کا بندوبست کریں۔ انھیں اپنے جیسا کھلائیں اور اپنے جیسا پہنائیں۔ یعنی جن سہولتوں کے ساتھ خود کھاتے پیتے ہوں اور جس ماحول اور آسائش میں خود رہتے ہوں انھیں بھی مہیا کریں۔ خادموں کو بھوکا رکھنا منع ہے بلکہ انھیں پوری طرح کھلاتے پلاتے رہنا چاہیئے۔ اس کے بارے میں احادیث حسبِ ذیل ہیں:

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَیْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ اَکْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْکِیْنَ وَیَتَامٰی قَالَ نَعَمْ فَاَکْرِمُوْھُمْ کَکَرَامَۃِ اَوْلَادِکُمْ وَاَطْعِمُوْھُمْ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ. قَالُوْا فَمَا تَنْفَعُنَا الدُّنْیَا ؟ قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُہٗ تُقَاتِلُ عَلَیْہِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَمْلُوْکٌ یَکْفِیْکَ فَاِذَا صَلّٰی فَھُوَ اَخُوْکَ :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جو اپنے غلاموں سے بُرا سلوک کرے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ یہ امت دوسری امتوں سے زیادہ غلاموں اور یتیموں والی ہوگی۔ فرمایا ہاں! لہٰذا ان پر اسی طرح مہربانی کرو جیسے اپنی اولاد سے کرتے ہو اور اسی سے انھیں کھلاؤ جو تم کھاتے ہو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ دنیا ہمیں کیا فائدہ دے گی ؟ فرمایا کہ جس گھوڑے کو تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے پالتے ہو، اور غلام۔ وہ تمھیں کفایت کرے گا۔ جب نماز پڑھے تو تمھارا بھائی ہے۔

(ابن ماجہ)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَائَمَکُمْ مِنْ مَمْلُوْکِیْکُمْ فَاَطْعِمُوْہُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ وَاَکْسُوْھُمْ مِمَّا تَکْسُوْنَ وَمَنْ لَا یُلَائِمُکُمْ مِنْھُمْ فَبِیْعُوْہُ وَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰہِ :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے غلاموں میں سے جو تمھاری مرضی کے مطابق ہو تو اسے وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو اور ان میں سے جو تمھاری مرضی کے مطابق نہ ہو تو اسے فروخت کر دو اور اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔ (ابو داؤد)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِکُمْ خَادِمُہٗ طَعَامَہٗ ثُمَّ جَاءَہٗ بِہٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّہٗ وَدُخَانَہٗ فَلْیُقْعِدْہُ مَعَہٗ فَلْیَاْکُلْ فَاِنْ کَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْھًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِہٖ مِنْہُ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے لیے اس کا خادم کھانا تیار کرے، پھر اسے لے آئے جس کی خاطر وہ گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہے تو اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلانا چاہیئے۔ اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس میں سے ایک دو لقمے اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ (مسلم)

۔۔۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَہٗ قَھْرَمَانٌ لَّہٗ فَقَالَ لَہٗ اَعْطَیْتَ الرَّقِیْقَ قُوْتَھُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِھِمْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَفٰی بِالرَّجُلِ اِثْمًا اَنْ یَّحْبِسَ عَمَّنْ یَّمْلِکُ قُوْتَہٗ ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّقُوْتُ ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا خزانچی ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کیا لونڈی غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ جاؤ، ان کا کھانا دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کی بربادی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جن کی روزی اس کے ذمے ہو اسے روک لے۔ اور دوسری روایت میں ہے، کہ آدمی کے تباہ ہونے کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ جو روزی دی جاتی ہو اسے ضائع کر دے (مسلم)

جو شخص خادموں کو اچھا کھلائے پلائے اور ان کی دیکھ بھال رکھے اسے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے گا اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جائے گا۔

حقوقِ مزدور

جسمانی طاقت سے معاوضے کے بدلے کسی کا کام کرنا محنت مزدوری کہلاتا ہے۔ شریعت میں اس کے لیے اجرت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اس سے مراد نفع کو بیچنا ہوتا ہے۔ مزدور کو اجیر اور مزدوری کرانے والے کو مستجیر کہتے ہیں۔ معاملہ کو اجارہ یعنی اجرت کہا جاتا ہے۔

مزدور دو طرح کا ہوتا ہے ایک عام اور دوسرا مخصوص۔ عام مزدور وہ ہوتا ہے جو ہر کسی کی مزدوری کرنے میں آزاد ہو۔ وہ جب چاہے کسی شخص کی مزدوری کرکے اس سے معاوضہ لے لے اور اس کا کام کر دے۔ جیسے لوہار، سنار، رنگریز درزی اور دھوبی، معمار وغیرہ۔ اور دوسرا خاص مزدور جو ایک وقت میں ایک شخص کا کام کرتا ہے۔ وہ اس کے وقت میں دوسرے کا کام نہیں کر سکتا۔ جیسے ملازم اور نوکر وغیرہ۔ مزدوری خواہ کیسی ہو اس کا معاوضہ ملنا ضروری ہوتا ہے۔

دستی محنت اور مزدوری کا اللہ کی بارگاہ میں بڑا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں چند مقامات پر اس کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ○	ان میں سے ایک کہنے لگی انھیں اپنے پاس رکھ لیجیے بیشک یہ بہتر طاقتور امین قسم کا خدمت گار ہے۔ (پ ۲۰، قصص : ۲۶)
يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ط	وہ آپ کے لیے عالیشان محل اور مجسمے اور حوضوں کی طرح بڑے بڑے لگن اور وزنی دیگیں جو سٹینڈوں پر جمی رہتیں، بناتے تھے

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ اے آلِ داؤد! ان تمام کاموں کا شکر ادا کرو اور بندوں میں سے شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔ (پ ۲۲۔ سبا : ۱۳)

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ (پ ۲۷۔ نجم : ۳۹)

ان آیات سے محنت مزدوری کی اہمیت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے اس کی فضیلت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ ؛ بیشک اللہ تعالیٰ صنعت و حرفت کے ذریعہ روزی کمانے والے کو دوست رکھتا ہے (طبرانی)

ایک اور فرمان میں آپ کا ارشاد ہے :

اَلْكَاسِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ ؛ دستکار اللہ کا دوست ہے۔

ویسے بھی محنت مزدوری کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے نبیوں کی سنت ہے۔ حضرت داؤدؑ زرہ ساز تھے، حضرت آدمؑ نے زمین کاشت کی، حضرت نوحؑ نے بڑھئی کا کام کیا، حضرت ادریسؑ نے درزی کا اور حضرت موسیٰؑ نے چرواہے کا کام کیا۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک صحابی کے ہاتھ پر مزدوری کرنے کی وجہ سے گٹھیاں پڑی ہوئی تھیں تو آپؐ نے فرمایا یہ وہ ہاتھ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پیارا ہے۔

پس محنت انتہائی اچھا پیشہ ہے اور اسی بنا پر اللہ کے بہت سے ولیوں نے اسے اختیار کیا۔ مزدور کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مناسب اُجرت مزدور کا پہلا حق یہ ہے کہ اسے مناسب اجرت دی جائے۔ اس لیے کسی مزدور سے مزدوری کروانے سے پہلے اجرت طے کرلینی چاہیئے تاکہ جھگڑا پیدا نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مزدور سے پہلے اجرت طے کیے بغیر کام نہ لیا جائے۔ (بیہقی)

اس ارشاد کے مطابق مزدور سے پوچھ لیا جائے کہ فلاں کام کی کتنی مزدوری لے گا۔ اگر آپ کو منظور ہو تو کروا لیں ورنہ کام نہ کروائیں۔ کیونکہ اکثر کام کرواتے والے معاوضہ طے نہیں کرتے اور بعد میں جب کام کرنے والا اپنی مزدوری طلب کرتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے اور اسے اپنی مرضی سے کم اجرت دینے کی کوشش کرتے ہیں جس سے مالک اور مزدور کے درمیان جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسا جھگڑا اسلام میں جائز نہیں لہذا کام کروانے سے پہلے مزدوری طے کر لینا سب سے بہتر ہے۔

رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کام کرنے والے کو اس کام کے منافع سے حصہ ادا کرو۔ کیونکہ محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نامراد نہیں ہوتا۔ (احمد)

پس مزدور کی اجرت اتنی ہو کہ وہ اچھا کھا پی سکے تاکہ اس کی صحت پر خوشگوار اثر پڑے۔ صحت مند مزدور کی استعدادِ کار زیادہ ہو گی تو اس کا مجموعی طور پر تمام نظامِ معیشت پر اچھا اثر مرتب ہو گا۔ یہ بات درست ہے کہ مزدور کی اجرت کے تعین کا معیار مزدور کی فنی صلاحیت پر ہوتا ہے۔

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ النُّذُرِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ طٰسٓمٓ حَتّٰى بَلَغَ قِصَّةَ مُوْسٰى قَالَ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْ عَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ ۞

حضرت عتبہ بن نذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے تو آپ نے سورہ طسم پڑھی۔ اور جب ذکر موسیٰ تک پہنچے تو فرمایا کہ بیشک موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ یا دس برس اپنے آپ کو مزدوری پر لگائے رکھا تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہو اور پیٹ کے لیے کھانا ملتا ہے۔

(احمد، ابن ماجہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کا واقعہ یوں ہے کہ وادی مدین میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور وہاں ایک کنویں پر دو بچیوں کی بکریوں کو جب آپ نے فوراً کنویں سے پانی نکال کر پلادیا تو وہ دونوں بچیاں اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں۔ باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آگئی ہیں تو دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ انھوں نے سچا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اسے میرے پاس بلالاؤ۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئی اور جس طرح پاکدامن عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے شرم و حیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھی۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھی۔ پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھیے کہ صرف یہی نہ کہا کہ میرے ابا آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی۔ صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپ کو آپ کی مزدوری دینے کے لیے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لیے بلا رہے ہیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلاکر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ کلیم اللہ کو جو بھوکے پیاسے تن تنہا مسافر اور بے خرچ تھے یہ موقعہ غنیمت معلوم ہوا، یہاں آئے۔ انھیں ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا واقعہ بلا کم و کاست کہہ سنایا، انھوں نے دلجوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے۔ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپ چھوٹ آئے، یہاں ان کی حکومت نہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

پوری مزدوری ادا کرنا

مزدور کا یہ حق ہے کہ اسے جتنی مزدوری دینے کا وعدہ کیا ہو وہ پوری ادا کردی جائے یعنی جب مزدور کام کرلے تو اجرت ادا کرنے والا ایسا نہ کرے کہ اس کی مزدوری کی کچھ رقم نہ دے اور کچھ دے دے۔ جو شخص ایسا کرے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ وَرَجُلٌ اسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَلَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ ؛

تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے روز اللہ جھگڑے گا، ایک وہ جو میرے نام پر وعدے کرے پھر عہد شکنی کر دے۔ دوسرا وہ جو کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے تیسرا وہ جو کسی کو مزدوری پر رکھے۔ کام اس سے پورا لیا اور اسے اس کی مزدوری نہ دے (بخاری شریف)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جو قیامت کے روز خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے ان میں سے پہلا شخص تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر یعنی اس کی قسم کھا کر کوئی عہد و معاہدہ کرتا ہے اور پھر اس کو توڑ ڈالتا ہے یوں تو عہد و معاہدہ کی پاسداری بہرصورت ایک ضروری چیز ہے کیونکہ انسان کی شرافت و انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جو عہد و معاہدہ کرے اسے پورا کرے کسی معاہدہ کو بلا عذر ختم کر دینا انسانی شرف کے خلاف بھی ہے اور انسانیت کی توہین بھی۔ لیکن اگر کوئی عہد و معاہدہ اللہ کے نام پر کیا جاتا ہے تو پھر اس کی تکمیل کہیں زیادہ ضروری ہو جاتی ہے اس لیے جو شخص اللہ کے نام پر کیے ہوئے عہد اور معاہدہ کو توڑتا ہے وہ بجا طور پر غضبِ خداوندی کا مستحق ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو کسی آزاد شخص کو بیچ ڈالے۔ شرفِ انسانی کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک انسان اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کو ایک بازاری مال بنا دے اور اس کی خرید و فروخت کرے۔ چنانچہ ایسے شخص کو بھی قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

تیسرا وہ شخص ہے جو کسی مزدور کو اپنے کسی کام کی تکمیل کے لیے مزدوری پر لگائے اور پھر وہ کام پورا کرانے کے بعد اس کی مزدوری نہ دے۔ یہ ایک انتہائی قابلِ نفرین فعل ہے۔ کسی شخص کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتا ہے

جسے حاصل کرکے اس کی اجرت نہ دینا شیوۂ انسانیت کے خلاف ہے، یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ کوئی غریب اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کرکے کسی کے یہاں محنت کرے مگر اس کی محنت کی اجرت اسے نہ دی جائے چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں بھی کہ جو مزدور کی مزدوری نہ دے اللہ تعالیٰ نے یہ آگاہی دی ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اپنے اس انسانی ظلم کی ضرور سزا پائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ زَعَمَ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَاَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهَا ؛

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا اور اجرت پر کام کروانے کا حکم دیا اور فرمایا اس میں حرج نہیں۔ (مسلم شریف)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فَاَعْطَى الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَاسْتَعَطَ ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگیاں لگوائیں اور لگانے والے کو اس کا معاوضہ دیا اور ناک میں دوائی ڈالی۔ (بخاری)

اُجرت فوراً ادا کرنا

مزدور جس نے آپ کا کام کیا ہو جب کام مکمل ہو جائے یا وہ وقتِ مقررہ تک کام کرلے تو اسے فوراً اس کی اجرت دے دیں۔ بعض لوگ کام کروالیتے ہیں لیکن مزدور کو فوراً اجرت نہیں دیتے بلکہ اس کی رقم دینے میں بلا وجہ تاخیر کرتے رہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَجِفَّ عَرَقُہٗ ؎

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مزدور کو پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کام کروانے کے بعد مزدور کو اس کی اجرت ادا کر دی جائے ادائیگی اجرت کا یہ انتہائی قابل قدر اصول ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ وَ اَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ کُنْتُ اَرْعٰی عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہ بھیجا مگر اس نے بکریاں چرائیں صحابہؓ نے عرض کیا، آپؐ نے بھی؟ فرمایا ہاں، میں چند قیراط پر اہل مکہ کی بکریاں چراتا تھا۔ (بخاری)

حضرت ابراہیم ادھمؒ کا ذریعہ معاش محنت مزدوری تھا۔ بسا اوقات وہ اس بنا پر مزدوری لینے سے انکار کر دیتے تھے کہ کہیں ان سے کام میں تطفیف یا تساہل نہ ہو گیا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافتِ راشدہ کے زمانہ مبارک میں کام کے اختتام پر بسا اوقات آجر اور مزدور میں اسی بات پر بحث چھڑ جاتی تھی کہ مزدور اسی خیال سے مزدوری کم لینے کا مطالبہ کرتا تھا کہ مبادا کام میں کمی رہ گئی ہو اور آجر اسے مقررہ مزدوری سے ذرا زیادہ اس لیے دینا چاہتا تھا کہ کہیں مزدور نے کام زیادہ نہ کر دیا ہو۔ اسی طرح معاملات میں تقویٰ کے اعلیٰ ترین معیار کا مظاہرہ ہوتا تھا۔

جانوروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے بیشمار قسموں کے جانور، درندے اور پرندے پیدا فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم کے جانور اور پرندے تو وہ ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور ان کا انسانی سہولتوں میں بڑا دخل ہے۔ ایسے جانوروں کو پالتو جانور کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ وہ جانور جو انسان کے دشمن ہیں اور انھیں درندے کہا جاتا ہے ان سے بچنا ضروری ہے۔ ایسے جانور جو انسان کو فائدہ پہنچاتے ہیں ان کے لیے اسلام نے کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں تاکہ جانوروں کو اذیت نہ پہنچے۔ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ بے زبان جانوروں کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ اسلام نے انھیں اس بری حرکت سے منع کیا اور لوگوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ جانور بھی ذی روح ہیں اس لیے ان کی سہولتوں کو مدنظر رکھو۔

گائے بھینس بکری اونٹ گھوڑا وغیرہ ایسے جانور ہیں جن کا تعلق انسان سے ابتدائے آفرینش سے ہے اور یہ بھی انسانوں کی طرح جانور بھی ایک مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں انسانوں کے فائدے اور عزت کے لیے پیدا فرمایا ہے بلکہ بعض جانور تو ایسے ہیں کہ جن کا انسانی زندگی میں خاصا دخل ہے۔ ان سے کئی قسم کی حیواناتی خوراک حاصل ہوتی ہے یا ان سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے پھر کھیتی باڑی کا دارومدار کسی حد تک پالتو جانوروں پر ہے۔ جانور خواہ کیسی نوعیت کا ہو اس پر رحم کرنا چاہیے کیونکہ اسلام نے ہمیں یہی درس دیا ہے۔ اللہ رحمٰن ہے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اپنے ماتحتوں پر جذبۂ رحم کا اظہار فرمائے۔ جانوروں پر رحم کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسبِ ذیل ہیں:

حق خوراک یعنی چارہ و پانی

جس شخص نے پالتو جانور رکھے ہوں ان کی خوراک کا بندوبست کرنا اس کے ذمے ہے۔ پالتو جانور اونٹ، بیل، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، گھوڑا، خچر وغیرہ ہیں جو جانور جس قسم کا چارہ کھاتا ہو اسے ویسا ہی چارہ مہیا کرنا چاہیئے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْظَلِيَّةَ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهُ بِبَطْنِهِ فَقَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَّاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی کمر اس کے پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ فرمایا کہ ان بے زبان مویشیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اچھی حالت میں ان پر سواری کرو اور اچھی حالت میں چھوڑدو۔ (ابو داؤد)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جانور کو بھوکا رکھنا خدا کے غضب کا باعث ہے جب آدمی کام لینا چاہے تو اس کو خوب اچھی طرح کھلا پلا لے اور اتنا کام نہ لے کہ وہ ادھ مُوا ہو جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَدْ خَلَ حَائِطًا لِرَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَأَى الْجَمَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ سَرَاتَهُ اَىْ سَنَامَهٗ وَذِفْرَاهُ فَسَكَنَ فَقَالَ مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے جہاں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا۔ جب اونٹ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو غمناک آواز نکالی اور دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے اور شفقت سے اس کی کوہان اور دونوں کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون ہو گیا آپ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے

لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ، فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هٰذَا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَفَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا فَاِنَّهٗ يَشْكُوْا اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهٗ وَتُدْئِبُهٗ۔
(ریاض الصالحین)

یہ اونٹ کس شخص کا ہے؟ تو ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اس بے زبان جانور کے بارے میں جسے اللہ نے تیرے اختیار میں دے رکھا ہے یہ اونٹ اپنے آنسوؤں اور اپنی آواز کے ذریعہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور مسلسل کام لیتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ اَمْسَكَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ مِنَ الْجُوْعِ فَلَمْ تَكُنْ تُطْعِمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَاْكُلَ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ ٭

حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو ایک بلی کے بند رکھنے کی وجہ سے عذاب کیا گیا کیونکہ بند رہنے کی وجہ سے وہ بھوک سے مر گئی تھی اور وہ عورت نہ تو اس کو غذا دیتی تھی اور نہ اس کو آزادی دیتی تھی کہ وہ خود زمینی جانوروں سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔ (بخاری)

٭

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَاَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر دوزخ پیش کی گئی تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت دیکھی جس کو اس کی بلی کے باعث عذاب دیا جا رہا تھا جس کو باندھا ہوا تھا، نہ کھانا کھلاتی اور نہ چھوڑتی کہ زمین کے کیڑوں میں سے کھاتی یہاں تک کہ وہ بھوکوں مر گئی اور میں نے

حَتّٰی مَاتَتْ جُوعًا وَرَاَیْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِنِ الْخُزَاعِیَّ یَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ ۔

عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ جہنم میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے ۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے سانڈ چھوڑا تھا ۔ (مسلم)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ یَّغْرِسُ غَرْسًا اَوْ یَزْرَعُ زَرْعًا فَیَاْکُلُ مِنْهُ اِنْسَانٌ اَوْ طَیْرٌ اَوْ بَهِیْمَةٌ اِلَّا کَانَتْ لَهٗ صَدَقَةٌ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے اور اس سے کوئی انسان، پرندہ یا چرندہ فائدہ حاصل کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے ۔ (بخاری)

ایک صحابی رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کے لیے پانی کے جو حوض بنائے ہیں ان پر بھولے بھٹکے اونٹ بھی آجاتے ہیں اگر میں ان کو پانی پلادوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا ؟ تو آپ نے فرمایا کہ پیاسے ذی حیات کے ساتھ سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے ۔ (ابن ماجہ)

جانوروں کے آرام کو مدنظر رکھنا

جانوروں کا ایک حق یہ ہے کہ ان کی جسمانی تن آسانی کو مدنظر رکھا جائے ان پر زیادتی نہ کی جائے ۔ بلا وجہ ان پر سختی نہ کی جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے آرام کو مدنظر رکھنے کی یوں تلقین کی ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ زَجْرًا شَدِیْدًا وَّضَرْبًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات سے واپس ہوئے ۔ دورانِ سفر آپ نے عقب سے اونٹوں کو مارنے اور انھیں تیز ہنکانے کی آوازیں سنیں، تو آپ نے کوڑے

لِلاِبِلِ فَاَشَارَ بِسَوْطِهٖ اِلَيْهِمْ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَاِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْاِيْضَاعِ ؀

سے اشارہ کر کے فرمایا لوگو! آرام سے چلو اونٹوں کو دوڑانا اجر کا سبب نہیں ہے۔
(بخاری)

معلوم ہوا کہ جانوروں کو بلا ضرورت دوڑانا اور خواہ مخواہ ایک دوسرے سے آگے نکالنے کی کوشش کرنا اور جانوروں کو پریشان کرنا درست نہیں ہے۔

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَاَذْنَابَهَا فَاِنَّ اَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا وَنَوَاصِيْهَا مَعْقُوْدٌ فِيْهَا الْخَيْرُ ؀

حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑے کی پیشانی ایال اور دُم نہ کاٹو، کیونکہ ان کی دُمیں تو ان کے مورچھل ہیں اور گردن کے بال ان کے کمبل ہیں اور ان کی پیشانیوں کے ساتھ بھلائی بندھی ہوئی ہے۔
(ابوداؤد)

گھوڑوں کے جسم سے وہ بال جو اُن کی زینت اور فائدے کے لیے ہیں ان کو کاٹنا منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض حضرات جانوروں کے آرام کو مدنظر نہ رکھتے تھے تو آپؐ نے انھیں جانوروں کے ساتھ آسانی رکھنے کی تاکید فرمائی۔

عَنْ اَبِيْ وَهْبِ نِ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوْا بِنَوَاصِيْهَا وَاَعْجَازِهَا اَوْ قَالَ اَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوْهَا

حضرت ابن وہب جشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے پالا کرو نیز ان کی پیشانیوں اور پیٹھوں پر ہاتھ پھیرا کرو یا فرمایا کہ ان کی سرین پر اور انھیں ہار پہنایا کرو لیکن تانت کے

وَلَا تُقَلِّدُوْهَا الْاَوْتَارَ ؛ ہار نہ پہنانا ۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس سفر میں یہ ایک واقعہ پیش آیا کہ آپؐ نے قافلہ والوں میں اعلان کرنے کے لیے ایک قاصد بھیجا جو یہ منادی کردے کہ کسی اونٹ کے گلے میں تانت بندھا ہوا نہ ہو۔

چونکہ تانت سخت ہوتا ہے اور بسا اوقات کھال کاٹ کر اس کا گوشت میں گڑ جانے کا امکان ہے اس لیے اس کے باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ المختصر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی ایذا رسانی ہر طرح سے منع فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران راستے میں چیونٹیوں کی کثرت تھی۔ ہم نے انھیں آگ لگا دی۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ پیدا کرنے والے اللہ کے سوا کسی کو سزاوار نہیں کہ وہ کسی جاندار کو آگ کا عذاب دے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہرا بھرا جنگل ہونے کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق زمین سے دیا کرو یعنی تھوڑی دیر ان کو وہاں چرنے کے لیے چھوڑ دیا کرو۔ اور جب قحط سالی میں سفر کرو تو ان پر سفر جلدی سے طے کر لیا کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب کسی منزل پر اترتے تھے تو نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کجاووں کو کھول نہیں لیتے تھے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں کی تکلیف کا احساس ہونا چاہیئے اور ہر ذریعہ سے انھیں آرام پہنچانا چاہیئے۔ منزل پر پہنچ کر ان کے چارہ کا بندوبست کرنا چاہیئے اور ان کی طاقت اور استطاعت کے مطابق ان سے کام لینا چاہیئے۔

جانور کو ذبح کرنے میں آسانی مدنظر رکھنا

جب جانور کو ذبح کرنا ہو تو اسے تیز آلے سے ذبح کیا جائے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ لہذا کند آلے سے کسی جانور کو ذبح نہ کیا جائے جس سے جانور کی جان تڑپ تڑپ کر نکلے۔ ایسا کرنے سے اسلام میں منع فرمایا گیا ہے جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے جب تک وہ ایذا نہ دیں انھیں بلا وجہ جان سے مارنا درست نہیں۔ تو ذبح کے طور پر کسی حلال جانور کو مار ڈالنا اچھا نہیں، ذبح کے وقت جانور کی آسانی کو مدنظر رکھنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهٗ ؎

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا ضروری قرار دیا ہے لہذا جب کسی چیز کو جان سے ختم کرنا ہو تو اسے اچھی طرح ختم کرو، جب کسی کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اور تم اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیا کرو، اور ذبیحہ کو آرام دیا کرو۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کو ذبح کرنے کا چاقو کند نہ ہو اور ذبح کرنے سے پہلے جانور کو بھوکا پیاسا نہ رکھا جائے جیسا کہ اکثر قصاب کرتے ہیں۔ یہ سب امور ایذا رسانی کے زمرہ میں آتے ہیں اور ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَاَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهٖ ؎

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چڑیا یا کسی دوسرے جانور کو ناحق قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو قتل کرنے کے متعلق اس سے پوچھے گا۔ عرض کی

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ اَنْ يَّذْبَحَهَا فَيَاْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعَ رَاْسَهَا فَيَرْمِيْ بِهَا ۔ گئی کہ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ ذبح کرکے اس کو کھالے اور اس کے سر کو کاٹ کر پھینک نہ دے۔ (احمد، نسائی دارمی)

بے ضرورت اور بے کار مارنا بھی منع ہے وہ جانور جو نہ موذی ہے اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا مارنا بالکل جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مویشی وغیرہ کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری)

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَحِمَ وَلَوْ ذَبِيْحَةً رَحِمَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے رحم کیا اگرچہ ذبح کیے جانے والے جانور پر ہی ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحم فرمائیں گے۔ (طبرانی)

جانوروں کو انسانی ضرورت کے لیے ذبح کرنا جائز قرار دیا گیا اور خود اس میں جانوروں پر بھی رحم ہے۔ اگر ان کو ذبح کرکے کھایا نہ جائے تو عمر بڑھتی رہے گی اور ادھر ادھر گرتے پڑتے رہیں گے۔ چونکہ انسانوں کا اس سے کچھ کام نہ نکلے گا اس لیے نہ ان کو کھلائیں گے نہ پلائیں گے نہ ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ البتہ ذبح کرنے میں بھی ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔ اس میں سے یہ بھی ہے کہ چھری خوب تیز ہو اور یہ بھی ہے کہ گلے کی جتنی رگیں کاٹنے سے شرعی ذبح ہو جاتا ہے اس سے زیادہ کاٹ کر سر کو علیحدہ نہ کردے اور یہ بھی ہے کہ جانور جب تک ٹھنڈا نہ ہو جائے اس وقت تک کھال نہ اتارے۔

جانداروں پر رحم کرنا

جانداروں کا حق ہے کہ ان پر رحم کیا جائے۔ لہذا پرندوں کو بلا ضرورت پکڑنا اچھا نہیں اور نہ پرندوں اور ان کے بچوں کو ان کے گھونسلوں سے نکالنا چاہیے کیونکہ پرندوں کو دکھ پہنچانا بہت بڑی بے رحمی ہے اور ظلم ہے جو کسی کے لیے جائز نہیں۔

عَنْ عَامِرِنِ الرَّامِ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهٗ يَعْنِيْ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ وَفِيْ يَدِهٖ شَيْءٌ قَدِ الْتَفَّ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيْهَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ فِيْ كِسَائِيْ فَجَاءَتْ اُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰى رَاْسِيْ فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَفَفْتُهُنَّ بِكِسَائِيْ فَهُنَّ اُولَاءِ مَعِيْ قَالَ ضَعْهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَاَبَتْ اُمُّهُنَّ اِلَّا لُزُوْمَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فِرَاخَهَا فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ اَللّٰهُ اَرْحَمُ

حضرت عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک کمبل پوش صاحب آئے ان کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو کمبل میں چھپی ہوئی تھی۔ انھوں نے آکر کہا یا رسول اللہ! میں گھنے جنگل میں گزر رہا تھا۔ وہاں میں نے پرندوں کی آوازیں سنیں تو ان کے بچوں کو پکڑ کر اپنے کمبل میں چھپا لیا لیکن ان بچوں کی ماں آکر میرے سر پر اڑنے لگی تو میں نے کمبل کو کھول دیا تو وہ بھی کمبل میں آگئی تو میں نے اس کو بھی چھپا لیا اب یہ سب میرے کمبل میں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا ان کو رکھ دو لہذا اس نے کمبل سے سب کو نکال کر سامنے رکھ دیا تو ان بچوں کی ماں اپنے بچوں کے گرد طواف کرنے لگی اور انھیں فرطِ محبت میں چمٹانے لگی۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ماں کی بچوں سے محبت کرنے سے تعجب کرتے ہو، اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، وہ

بِعِبَادِهٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِهَا اِرْجِعْ بِهِنَّ حَتّٰی تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُنَّ وَاُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَرَجَعَ بِهِنَّ ۞

خالق و مالک اپنے بندوں پر اس ماں کے اپنے بچوں کے ساتھ طرزِ عمل سے زیادہ مہربان ہے۔ جاؤ اور ان بچوں کو ماں کے ساتھ وہیں چھوڑ آؤ جہاں سے تم نے انھیں اٹھایا تھا۔ تعمیل ارشاد میں وہ شخص ان پرندوں کو لے کر چلا گیا۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ ۞

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے ہم نے اس کا ایک بچہ پکڑ لیا۔ پس چڑیا آئی اور اپنے پر بچھانے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو فرمایا اس کو بچے کی وجہ سے کس نے پریشان کیا ہے؟ اس کا بچہ اسے دے دو۔ آپ نے چیونٹیوں کی ایک جگہ ملاحظہ فرمائی جس کو ہم نے جلا دیا تھا۔ فرمایا کہ اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم عرض گزار ہوئے کہ ہم نے۔ فرمایا کہ آگ کے ساتھ عذاب دینا مناسب نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے، وہ کسی کو عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ (ابوداؤد)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ مَنْزِلًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر

فَاَخَذَ رَجُلٌ بَیْضَ حُمَّرَۃٍ فَجَاءَتْ تَرِفُّ عَلٰی رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّکُمْ فَجَعَ ھٰذِہٖ بِبَیْضَتِھَا فَقَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَا اَخَذْتُ بَیْضَتَھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرْدُدْہُ رَحْمَۃً لَّھَا ؞

اترے (آپ کی جماعت میں سے) ایک آدمی نے چڑیا کا ایک انڈا اٹھا لیا۔ چڑیا آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پھڑپھڑانے لگی آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کے انڈوں کے بارے میں اسے دکھ پہنچایا، ایک آدمی نے عرض کیا میں نے یا رسول اللہ! اس کے انڈے کو اٹھایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر رحم کرتے ہوئے اس کے انڈے واپس کر دو۔ (الادب المفرد)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِامْرَأَۃٍ مُوْمِسَۃٍ مَرَّتْ بِکَلْبٍ عَلٰی رَأْسِ رَکِیٍّ یَلْھَثُ کَادَ یَقْتُلُہُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّھَا فَاَوْثَقَتْہُ بِخِمَارِھَا فَنَزَعَتْ لَہٗ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَھَا بِذٰلِکَ قِیْلَ اِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا قَالَ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ ؞

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بدکار عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایسی جگہ سے گزری جہاں ایک کتا پیاس کی شدت سے زبان نکالے کھڑا ہوا تھا تپ رہا تھا، یہ دیکھ کر اس عورت نے اپنا موزہ لے کر اس میں اپنی چادر باندھی اور گڑھے سے پانی نکالا اور اس کو پلایا۔ اس عمل کی وجہ سے اس کی بخشش ہو گئی۔ اس موقعہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی ثواب ملتا ہے تو آپ نے فرمایا ہر زندہ جگر کے ساتھ بھلائی کرنے میں صدقہ کا اجر ملتا ہے۔ (بخاری)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اشْتَدَّ بِہٖ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْھَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا کَلْبٌ یَلْھَثُ یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ ھٰذَا الْکَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِیْ کَانَ بَلَغَنِیْ ۔ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّہٗ ثُمَّ اَمْسَکَھَا بِفِیْہِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَغَفَرَ لَہٗ ۔ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللہِ وَاِنَّ لَنَا فِی الْبَھَائِمِ اَجْرًا؟ قَالَ فِیْ کُلِّ کَبِدٍ رَطْبَۃٍ اَجْرٌ ؂

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک آدمی راستہ پر چلا جا رہا تھا اسے سخت پیاس لگی۔ چلتے چلتے اسے ایک کنواں ملا، وہ اس کے اندر اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ کنویں کے اندر سے نکل کر اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور پیاس کی شدت سے وہ کیچڑ کھا رہا ہے اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی ایسی ہی تکلیف ہے جیسی کہ مجھے تھی اور وہ اس کتے پر رحم کھا کہ پھر اس کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اس نے اس کو اپنے منہ میں تھاما اور کنویں سے نکل آیا اور اس کتے کو وہ پانی اس نے پلا دیا، اللہ نے اس کی اس رحمدلی اور اس محنت کی قدر فرمائی اور اسی عمل پر اس کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا۔ بعض صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا جانوروں کی تکلیف دور کرنے میں بھی ہمارے لیے اجر و ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! ہر زندہ اور تر جگر رکھنے والے جانور (کی تکلیف دور کرنے میں) ثواب ہے

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جانوروں اور پرندوں پر رحم کرنا چاہیئے۔

جانوروں کو اذیّت دینے کی ممانعت

جانور کو اذیت پہنچانا نہایت ہی ناپسندیدہ فعل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اس کے بارے میں آپ کی احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی جو کسی ذی روح چیز کو نشانہ بنائے۔

(بخاری)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ذی روح چیز کو نشانہ نہ بنایا کرو۔

(مسلم)

عَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يَجُبُّوْنَ اَسْنِمَةَ الْاِبِلِ وَيَقْطَعُوْنَ اَلْيَاتَ الْغَنَمِ فَقَالَ مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيْمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ اونٹ کے کوہان اور دنبوں کی چکیاں کاٹ لینا پسند کرتے تھے۔ فرمایا کہ زندہ جانور سے جو حصہ کاٹ لیا جائے وہ مُردار ہے، اسے نہ کھایا جائے۔

(ترمذی، ابوداؤد)

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں جانوروں کی لڑائی کا بہت رواج تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل قبیح کی ممانعت فرمادی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ ۞ مویشیوں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے (ترمذی، ابوداؤد)

مرغ بازی، بٹیر بازی اور مینڈھے لڑانا اسی طرح کسی اور جانور کا لڑانا سب اس ممانعت میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَ عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ ۞ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پر مارنے اور منہ پر داغ لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

اسلام سے پہلے بعض لوگ کسی جاندار کو باندھ کر لٹکا دیتے تھے پھر اس پر نشانہ بازی کی مشق کرتے یہ بھی بے رحمی اور ظلم تھا اسلام میں ایسا کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب عبداللہ رضؓ نے قریش کے چند نوجوانوں کو دیکھا کہ انھوں نے تختۂ مشق بنانے کے لیے ایک پرندہ لٹکا رکھا ہے اور اس پر تیر مار رہے ہیں، پرندہ کے مالک نے یہ شرط لگا رکھی تھی کہ جو تیر خطا گیا وہ اس کا ہوگا۔ نوجوان انھیں دیکھ کر ادھر ادھر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ نے لعنت کی۔ جس نے تختۂ مشق بنانے کے لیے کسی جاندار کو پکڑا اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

مسلمان میاں بیوی کے ازدواجی آدابِ زندگی

میاں بیوی کے حقوق

مرتبہ

عالم فقری

شبیر برادرز ۰ اردو بازار ۰ لاہور

اولاد کے حقوق اور تربیت کا سنّت طریقہ

حقوق اولاد

مرتّبہ

عالم فقریؔ

شبّیر برادرز ○ اردو بازار ○ لاہور

حقوق العباد

مرتبہ

عالم فقری

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے

فی سبیل اللہ